جدیدیت کا طوفان برق و باد اور ہماری بے حسی

شعروں کی کہکشاں میں عہد حاضر کے مسائل کا نوحہ

عہد حاضر کا ایک اہم عالمی مسئلہ اس دور کے انسان کی بے بسی اور بے کسی، تنہائی اور بے قراری کا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ سرمایہ داری [کیپٹل ازم]، سوشلزم کمیونزم اور ماڈرن ازم جو ''لبرل ازم'' کے مختلف مظاہر ہیں۔ انسانی معاشروں کو کیف و سرور، سکون و اطمینان، لذت و مسرت مہیا کرنے کے عظیم الشان دعووں کے ساتھ آئے تھے مگر انسانیت نے سب سے زیادہ دکھ تہذیب نو کے انہی دعویداروں کے ہاتھوں اٹھائے فطرت پرستی، انسان پرستی، نفس پرستی، قوم پرستی، وطن پرستی، مادہ پرستی، مادّہ پرستی، شہوت پرستی، دنیا پرستی کے یہ علم بردار جو ''خالق کی موت'' کا اعلان کر رہے تھے اور اس کائنات میں انسان کی الوہیت اور منصب خدائی پر اس کے تمکن کا فرمان جاری کر چکے تھے۔ ان خدا دشمن تہذیبوں کے عروج کے دور میں دنیا نے اتنی بڑی تعداد میں انسانوں کا وحشیانہ قتل عام دیکھا جس کی نظیر پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی [ماڈرن ازم] جدیدیت کے خدا بننے سے پہلے اس زمین پر مذہب اور اہل مذہب کی حکمرانی تھی وہ حکمرانی صحیح تھی یا غلط مگر تاریخ صاف طور پر بتاتی ہے کہ مذہبی حکمرانی کے عہد میں انسانیت نے وہ مظالم مصائب اور دکھ کبھی نہیں دیکھے جو ان جدیدیوں کے عروج کے بعد انسانیت کا مقدر ٹھہرے۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم سے لے کر ویت نام، بوسنیا، عراق، فلسطین، افغانستان اور کوسووتک جتنے لوگ مارے گئے ان کی کل تعداد دنیا کی ساڑھے سات ہزار سال کی تاریخ میں تمام لڑی جانے والی جنگوں کے کل مقتولین سے ہزاروں گنا زیادہ ہے یعنی صرف تین سو سال میں ایک ارب پچھتر کروڑ انسان ماڈرن ازم کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ مائیکل مین کی کتاب The Dark Side of Democracy اس وحشیانہ جمہوری سفاک تاریخ کے خونی چہرے سے نقاب اٹھاتی ہے۔ انسانوں کا قتل کوئی مسئلہ نہیں لیکن جدیدیت نے انسانی فطرت روح اور فکر صحیح انسانی رشتوں، فطری اداروں، فطری جذبات تعلقات کو جس طرح مسخ کیا ہے وہ عہد حاضر کا سب سے بڑا مسئلہ

ہے جدیدیت کے مظاہر و آثار پورے عالم اسلام کو اپنے نرغے میں لے چکے ہیں اور ہر جگہ اقدار روایات ٹوٹ رہی ہیں مگر ہم اس وقت پاکستان کے اقتصادی، معاشی، خاندانی، اجتماعی، معاشرتی حالات پر کچھ اشارے کرنا چاہتے ہیں ان اشاروں کا ماخذ فی الحال شاعری میں ابھرنے والے نئے افکار و رجحانات اور اسالیب بیان ہیں جو غربت اور بے کسی کی لفظی تصویریں ہیں۔ ان تصویروں کے پس منظر میں جدیدیت سے مرعوب پاکستانی تہذیب اور معاشرے کی تنہائی تباہی، بربادی، بے کسی، بے بسی، حسرت، حیرت اور تعجب اور اضطراب ہے۔ یہ تصویر صرف پاکستان کی نہیں اس تصویر میں عالم اسلام کی بھی دھندلی سی تصویر دیکھی جاسکتی ہے کیونکہ جدیدیت کی یلغار جہاں بھی وار کرے گی نتائج کم وبیش یکساں ہوں گے۔

گزشتہ چند برسوں میں پاکستانی معاشرے میں غربت اور امارات کے درمیان خلیج بہت بڑھ گئی ہے اعداد و شمار کی حد تک عام آدمی کی اوسط سالانہ آمدنی میں بہت اضافہ ہوا ہے مگر عام آدمی کی قوت خرید پہلے کی نسبت سو فیصد کم ہوگئی ہے۔ ستر تک اس ملک میں صرف بائیس خاندان تھے مگر اب ہزاروں نئے خاندان وجود میں آ گئے ہیں اور دولت کے ارتکاز نے غرباء کے لیے روٹی اور گھر کا تصور اب خواب بنا دیا ہے۔ کوے، چڑیاں اور پرندے بھی اپنے بچوں کے لیے گھر چھوڑ جاتے ہیں مگر اس دور میں عام انسان کو ایک کمرے کا اپنا گھر بھی میسر نہیں ہے۔ سرکاری ملازمین کی قوت خرید اتنی کم ہوگئی ہے کہ بڑے بڑے افسر بھی سفید پوشی کا بھرم قائم رکھنے میں ناکامی کے بعد رزق حلال کی تلاش کے ساتھ ساتھ رزق حرام پر انحصار کے سوا کوئی چارہ نہیں پاتے۔ یہ صورت حال سنگین نوعیت کی ہے اور فوری حل چاہتی ہے۔ امراء کے رویوں میں تکبر، اسراف، تبذیر، عیش وعشرت، ظلم کے رنگ بہت گہرے ہوگئے ہیں یہ رویے جدیدیت اور مغرب کی اندھی تقلید کا شاخسانہ ہیں جس کے نتیجے میں عام آدمی تک خیرات وصدقات کے ثمرات نہیں پہنچ رہے۔ اس کی دو وجوہات ہیں پہلی وجہ تو یہ ہے کہ امراء کا سارا مال اب ان کے عیش وعشرت کے لیے بھی ناکافی ہے۔ لہٰذا عمرے، حج، عالیشان بنگلے جن کی مالیت کروڑں روپے ہوتی ہے عالیشان کاریں، بچوں کی بیرون ملک تعلیم اور عیش وعشرت کے تمام خزانے سمیٹ لینے کی ثقافت نے ان کی دولت میں غرباء کا حصہ ختم کر دیا ہے اور اب بے چارے ''امراء خود غریب ہوگئے ہیں''۔ جاوید جبار کی تحقیق کے مطابق خیر وفلاح کے کاموں میں امراء کا حصہ برائے نام اور غربا کا حصہ سب سے زیادہ ہے اور پاکستان میں اس وقت جتنے بھی فلاحی ادارے چل رہے ہیں اس میں عام آدمی کی مدد اور تعاون ان اداروں کو رواں دواں رکھنے میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔

امراء میں دینی مزاج رکھنے والے لوگوں کی دولت عالیشان گھروں، اداروں کی تعمیر اور ان سے وابستہ لوگوں کے مسرفانہ طرز زندگی کو باقی رکھنے کے لیے بے دریغ خرچ کی جارہی ہے۔ جس کے باعث

عام آدمی کو اپنے ٹوٹے ہوئے گھر میں مٹی کا دیا جلانے کے لیے تیل بھی دستیاب نہیں ہے۔غربت بے چارگی اور بے بسی و بے کسی کی ایسی حالت ہے کہ خودکشی کے واقعات بڑھتے جارہے ہیں جب کہ اسلامی تاریخ میں کسی بھی دور میں خودکشی کسی بھی اسلامی معاشرے کا حصہ نہیں رہی ہے مگر اب خودکشی کا رجحان پاکستان میں بڑھ گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عقیدہ اور ایمان کے ساتھ ساتھ غربت کی سطح اس حد تک جا پہنچی ہے کہ انسان خودکشی کے سوا نجات کا کوئی راستہ نہیں پاتا۔ اس صورتحال پر ہمارے دانش وروں، اہل علم، اہل مذہب، نفسیات دانوں، ماہرین آثار و بشریات، نے تحقیق کی زحمت گوارا نہیں کی مگر عام آدمی کے جذبات و احساسات شعر و شاعری کی صورت میں مسلسل سامنے آرہے ہیں اس شاعری کا بغور تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ محبت اور درد کے رشتوں کی شکست و ریخت کی کہانی ہولناک انداز میں سنا رہا ہے۔ شاعری کے مخفی تیور بتا رہے ہیں کہ خونی انقلاب کے تصور کو اب صرف واہمہ نہیں سمجھا جاسکتا پاکستان کے بڑے شہروں میں جرائم کی رفتار میں تیزی سرمایہ داری اور جدیدیت کا شیریں پھل ہے۔ سرمایہ دارانہ معاشرے دنیا کے بدترین مجرمانہ معاشرے ہوتے ہیں ارتکاز سرمایہ کا جدید سرمایہ دارانہ طریقہ.....حرص و حسد شہوت و غضب کے جذبات کو عام کرتا ہے اور جرائم میں اضافہ سرمایہ دارانہ معاشروں کا خاص وصف ہے۔ خطرناک غربت، خطرناک قسم کی خوں ریزی کو جنم دے گی جس کے بطن سے شر انگیز انقلاب کی نمود ہوگی شاعری کے جو نمونے ہم ذیل میں پیش کررہے ہیں وہ پاکستان کے عام لوگوں کی بے بسی، بے کسی، بے چارگی، تنہائی، مجبوری، مظلومی، مایوسی، بے خوابی، بے کلی کی رزمیہ داستان ہے یہ شاعری بتاتی ہے کہ محبت کے رشتے تیزی سے ٹوٹ رہے ہیں۔ خاندان پر انفرادیت اور حیوانیت غالب آرہی ہے خوف، یاسیت، محبتوں میں بڑھتے ہوئے فاصلے، رشتوں کا انقطاع، آرزوؤں کی مسلسل پامالی، شعروں کے قالب میں ڈھل رہی ہے۔ ان جذبات کو ابھی تک سمجھنے کی کوشش تو کیا انہیں پڑھ کر آنسو بہانے اور دل تڑپ جانے کی کیفیت بھی پیدا نہیں ہوئی جذبات کا یہ لاوا جو شعر، غزل، نظم کی صورت میں معاشرے کے مزاج، رویوں، طبقات، نسلوں، عورتوں، بچوں غریبوں کی ترجمانی کررہا ہے کسی بھی لمحے شُعلہ جوالہ میں تبدیل ہوسکتا ہے۔ ہم بارود کے ڈھیر پر بیٹھے ہیں اور ہمارے خوشحال لوگ اس ڈھیر پر مسلسل جلتی ہوئی تیلیاں پھینک رہے ہیں یہ ڈھیر کسی بھی لمحے پھٹ سکتا ہے۔

قرآن نے اسی لیے معاشروں کو فساد سے بچانے کے لیے انفاق کا حکم دیا ہے اور بار بار دیا ہے اور مال کے ذریعے تزکیہ کے مراحل بیان کیے ہیں اگر ہمارے امراء و خوشحال طبقات نے قرآن کے اسباق کو فراموش کردیا تو ان کا مال و دولت کسی کام نہ آئے گا جذبات کی ''لفظی تصویریں'' ملاحظہ کیجیے۔

پھولوں جیسا پیارا بچہ اک تقدیر کا مارا بچہ
کپڑے پہنے پھٹے پرانے گھر سے نکلا لے کے غبارے

ہر کوچے میں جا کے پکارے — آٹھ آٹھ آنے لے لو غبارے
دن بھر گھومے بھوکا پیاسا — یہ بچہ معصوم ذرا سا
تاکہ پیسے کچھ بچ جائیں — گھر والوں کے کام جو آئیں
جب رستوں پر چلتا ہوگا — اپنے دل میں سوچتا ہوگا
کب بدلے گی میری حالت — کب جائے گی میری غربت
کب پہنوں گا کپڑے اچھے — کب کھاؤں گا کھانے اچھے

☆ —— ☆

کتنے ٹیپو کتنے قاسم — جاں سے اپنی گزر جاتے ہیں
ماؤں کی گود کو خالی کرکے — دریا پار اتر جاتے ہیں
غربت کی چکی میں پس کر — پستے پستے مرجاتے ہیں
ننھی آنکھ میں ننھے آنسو — آنکھ میں تارے بھر جاتے ہیں
ڈر کے نیند سے اٹھ جاتے ہیں — ماں سے لپٹ کر سوجاتے ہیں
بھوک سے آنکھ میں کالے حلقے — پیاس سے ہونٹ پہ سوکھی پپڑی
کوڑے دان سے رزق کو چن کر — ادھر ادھر سے گالی سن کر
گلے سڑے پھل پھول کو کھا کر — سجدے میں گر جاتے ہیں
امراء کے ہیں لاؤ لشکر — چلتے ہیں غرباء سے بچ کر
ان کے کُتے موٹے تازے — میرے بچے سوکھے سہمے
میلے کچیلے بھوکے ننگے — میرے پیارے پیارے بچے
امراء کے دھتکارے بچے — بھوک کے مارے مارے بچے
کتوں کو ملتا ہے سب کچھ — بچے بھوک سے مرجاتے ہیں

☆ —— ☆

شاعری کی اس کہکشاں میں فراق کے راستے اور درد کے رشتے گڈمڈ ہوگئے ہیں۔ جدیدیت کی پیروی میں ان رشتوں کے انحطاط اور زوال کے باعث فرد خاندان سے ٹوٹ کر تنہا رہ گیا ہے اور اب اس کا درد، درد تنہا ہوگیا ہے جس نے اسے ماضی کے وسوسے، مستقبل کے اندیشے اور حال کے خدشے میں جکڑ کر رکھ دیا ہے محبت اب کاروبار کا دوسرا نام ہے۔ خاندان اب مادیت کے سہارے قائم ہیں ان شعروں میں قدروں

کا المیہ، روایات کی بربادی، رشتوں کی پامالی، تہذیب کا نوحہ، انسان کی تنہائی، بے چارگی اور مادہ پرستی کے فروغ کی خوں رنگ کہانی لفظ لفظ میں ابھرتی، نکھرتی اور بکھرتی نظر آئے گی جب لوگوں کی زندگی کسی کی موت سے وابستہ ہوجائے اور جب لوگ مرنے کی آرزو کریں اور جینے کی تمنا چھوڑ دیں تو زندگی کتنی نا مہرباں ہوچکی ہوگی۔ خوشحال لوگوں کی درندگی کا شاہکار یہ نظم ہے۔

حضور آپ مرے مائی باپ ان داتا — حضور عید کا دن روز تو نہیں آتا
حضور آج تو نذر علیؓ نیاز رسولؐ — حضور آپ کے گھر میں ہو رحمتوں کا نزول
حضور آپ کے جان و مال کی خیرات — حضور آپ کے اہل و عیال کی خیرات
حضور احمدؐ مرسل کی آل کا صدقہ — حضور فاطمہؓ زہرا کے لال کا صدقہ
حضور آپ کی اولاد و آبرو کی خیر — حضور آپ کے بیٹے کی اور بہو کی خیر
حضور آپ کے بچے جئیں پھلیں پھولیں — حضور آپ عزیزوں کی ہر خوشی دیکھیں
حضور آپ کو مولا سدا سکھی رکھے — حضور آپ کی جھولی خدا بھری رکھے
حضور نام خدا کار خیر فرمائیں — حضور آپ کے دل کی مرادیں بر آئیں
حضور آج گداگر کو بھیک مل جائے — حضور کب سے کھڑا ہوں میں ہاتھ پھیلائے
حضور آنے دو آنے کی بات ہی کیا ہے — حضور آنکھیں چرانے کی بات ہی کیا ہے
حضور میری صداؤں پہ غور تو کیجیے — فقیر یہ نہیں کہتا گلے لگا لیجیے

☆ —— ☆

گورکن کے بال بچے بھوک سے بے تاب ہیں — کوئی مر جائے تو جی اٹھیں گے یہ پروردگار

☆ —— ☆

جدیدیت کے فروغ، سرمایہ دارانہ نظم معیشت اور نظام معاشرت کے قیام کے نتیجے میں بہ ظاہر معیار زندگی بڑھ رہا ہے، تنخواہیں بڑھ رہی ہیں لیکن اصلاً لوگوں کی قوت خرید ختم ہوکر رہ گئی ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں کابکوں جیسے گھر لاکھوں روپے میں فروخت ہو رہے ہیں دنیا کی تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رہنے کا گھر انسان کی قوت خرید سے باہر ہوجائے یہ سرمایہ دارانہ نظام کا خاص کمال ہے جب مکان خریدنے کی قوت نچوڑ کر ختم کر دی گئی تو سرمایہ داری اسلامی بنکاری، کریڈٹ کارڈ، کے ذریعے سود پر گھروں کی خریداری کے خوبصورت منصوبے پیش کر رہی ہے پرندے بھی اپنے بچوں کے لئے گھر چھوڑ جاتے ہیں لیکن عہد حاضر کا انسان شہروں میں ایک کمرے کا گھر بنانے کی طاقت نہیں رکھتا یہ ترقی ہے جدیدیت ہے، سرمایہ داری، لبرل ازم، ماڈرن ازم ہے۔ یہ جدید سائنس وٹیکنالوجی کے ثمرات ہیں کہ لوگوں کو ایک کمرے کا گھر

میسر نہیں، لیکن لوگ دینی و لادینی مزاج والے سائنس کے خدا کی پرستش میں مصروف ہیں وہ سائنس و ٹیکنالوجی جو لوگوں کو ایک کمرے کا سستا مکان مہیا کرنے سے قاصر ہے، اسے عظیم سمجھ کر اس کی پرستش ہو رہی ہے۔ فرد کی بے چارگی کا المیہ یہ آرزو ہے۔

مری چھوٹی سی دنیا ہے
زمین و آسماں والے
تو اپنی بے کراں وسعت کی دنیا میں اکیلا ہے
مجھے اپنی زمیں پر
ایک چھوٹا سا مکاں دے دے
جہاں اندر جہاں والے
مکان و لا مکاں والے
مجھے اک سائباں دے دے
مجھے میرا جہاں دے دے

جدیدیت کا عفریت سرمایہ داری، جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کے ذریعے ارض و سماء میں محو رقص ہے زندگی مشکل سے مشکل، مہنگی سے مہنگی اور محض خواب و خیال ہوتی جا رہی ہے ضروریات زندگی پورا کرنا عام آدمی کے لئے محال ہو گیا ہے جدیدیت قدیم اجتماعیّتوں [Collectivits] کو ختم کر رہی ہے دیہات سے شہروں کی طرف نقل مکانی، برادری قبیلے خاندان کا انہدام رشتوں کی پامالی، حرص و حسد و ہوس کے ہاتھوں خونی رشتوں کا خاتمہ، بھائی بہنوں ماں باپ کے درمیان رسہ کشی، ایک دوسرے پر عدم اعتماد، بے اطمینانی، شک و شبہ، تنہائی، بے چارگی، اداسی، بے بسی، بے کسی، پتھر دل، بنجر آنکھیں، خلاؤں میں گھورتے ہوئے زرد چہرے مستقبل سے مایوس، حالات سے ناامید، زمانے کے ستائے ہوئے ٹھکرائے ہوئے لوگ قدم قدم پر اپنا نوحہ پڑھنے کی صلاحیت بھی کھو چکے ہیں، قرضوں کی اسلامی معیشت کے ذریعے ایک مصنوعی فارغ البالی، مرفع الحالی، منظر پر طاری ہے۔

بھوک، افلاس، جہالت، غربت، بے دردی، بے نیازی، بے زاری، خود سپردگی کی کیفیات تیزی سے مختلف رنگ بدل رہی ہیں احساسات اور جذبات کچلے جا رہے ہیں۔ مشینیں اور آلات مروت و محبت کو دھوئیں کے مرغولوں میں تحلیل کر رہے ہیں تعیّشات کے حصول کی دوڑ نے لوگوں کی تحویل سے رہے سہے اثاثے بھی نکال لئے ہیں معیار زندگی کا خمار صدیوں کی بچتوں کو نگل رہا ہے زندگی بیمار کی رات ہو گئی ہے جسے کاٹنا مشکل اور بسر کرنا اس سے بھی زیادہ مشکل ہو گیا ہے سادگی، ہر جگہ سے رخصت ہو گئی ہے اور بے کلی نے

ہر سو پڑاؤ ڈال دیا ہے دہلی کے محاورے میں سوچئے تو منہ چکنا پیٹ خالی کا منظر محیط ہے ماں کام پر چلی جاتی ہے باپ بھی کمانے نکل جاتا ہے ماڈرن ازم نے ساس سسر کو گھر سے نکال دیا ہے معصوم بچے آیاؤں اور نوکرانیوں یا سڑکوں کے رحم وکرم پر زندگی بسر کررہے ہیں بات کرنے والا کوئی نہیں ہے نہ تعلیم ہے نہ تربیت نہ وفا ہے نہ محبت ہر ایک کمار ہا ہے کمانا ہی مقصد زندگی ہے رشتے ٹوٹ رہے ہیں مائیں بچوں کو دودھ پلانے پر تیار نہیں باپ بچوں کے ساتھ وقت گزارنے پر آمادہ نہیں ٹکنالوجی کے ڈھالے ہوئے آلات ماں باپ اور رشتوں کا متبادل بن گئے ہیں بے رخی، بے نگہی، بے وفائی، بے دردی، کے باعث لوگوں کی نیندیں اڑ گئی ہیں رت جگے مقدر ہو گئے ہیں ملاقاتیں ختم ہوگئی ہیں میل جول مہنگائی نے ناممکن بنا دیا ہے ہنسنے والے چہرے بھی صرف اپنے آنسو چھپانے کے لئے ہنس رہے ہیں دل جل رہے ہیں آنکھ رو رہی ہے لوگ اپنی گلیاں محلے در و دیوار بھول گئے ہیں مستقل نقل مکانی ہر ایک کا مقدر ہے کہ مکان خریدنا قوت خرید سے باہر ہے۔آبائی مکان، گھر آبائی گاؤں سب جدیدیت نے ختم کر دیئے ہیں۔اب انسان در بدر ٹھوکریں کھا رہا ہے اور ہر مرتبہ نئے سستے مکان کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا ہے۔

سواری اور مکان کے بغیر شہروں میں زندگی بسر کرنا محال ہو گیا ہے جھونپڑیاں بھی لاکھوں روپے میں بک رہی ہیں فرصت عنقا ہے مصروفیت کا یہ عالم کہ فرد خود اپنے آپ سے عدم ملاقات کا شاکی ہے مقدر کج ہیں دعائیں مستجاب نہیں جب رزق ہی حرام ہو جائے تو دعائیں کیسے مقبول ہوں محبت میں پہلی سی گرمی نہیں بچہ ماں کے ہوتے ہوئے ماں کی آغوش سے اور اس کے دودھ سے محروم ہے کہ یہ جدید ماں [Modren mother] کا خاص وصف ہے باپ کے ہوتے ہوئے نئی نسل یتیم ہوگئی ہے کہ باپ صبح نکلتا ہے تو رات کو لوٹتا ہے تنور کی روٹیاں، ہوٹلوں کے کھانے، فاسٹ فوڈز ..... ماں چولہے باورچی خانہ چوڑیوں کی کھنک اور قدرتی ذائقے کا بدل ہو گئے ہیں پوری نسل آوارگی کا شکار ہے،گلشن کی شاخ شاخ ویران ہے تیر کمان سے نکل گئے ہیں مگر یہ سارے تیر بے ہدف ہیں ہوائیں تند ہیں اور دیے لڑکھڑا رہے ہیں لہو بہہ رہا ہے قاتل آزاد ہیں نہ بچھڑنے والے کی آنکھ میں آنسو ہے نہ ملنے والے کے چہرے پر مسرت کے آثار در و دیوار اجنبی ہو گئے ہیں آدمی اپنے گھر میں انجان ہو گیا ہے درد مشترک باقی نہ رہا ہر ایک کا درد درد تنہا ہو گیا ہے روایات سے بغاوت اقدار سے انحراف تہذیب وشائستگی سے فرار عام ہے بچے نامعلوم راہوں پر رواں دواں ہیں کوئی کسی کا پرسان حال نہیں سب اپنی ذات میں گم ہیں اور اپنے مسائل کے صحراء میں مختلف سرابوں کے پیچھے دوڑ رہے ہیں ضرورت کا پہاڑ دن بدن اونچا ہوتا جا رہا ہے جدید طبی ایجادات نے بڑے بڑے لوگوں کی بڑی بڑی میراث کو ڈاکٹر کے نسخوں کے ذریعے ہضم کر لیا ہے سچ، خیر، حق، ایثار، قربانی، درگزر، برداشت رخصت ہو گئے ہیں فرشتوں کو بھی زمین پر آتے ہوئے خوف سا محسوس ہوتا ہے جو جس قدر ذلیل ہے وہ اسی

قدر کامیاب ہے کیونکہ سرمایہ دارانہ نظام کا یہ خاص وصف ہے.....زیادہ پیسہ کمانا اسی کا مقدر ہے جو ذلت کے آخری درجے پر پہنچ جائے بہترین مارکیٹ لیڈر ملٹی نیشنل کمپنی میں وہ ہے جو سبی میں گرمیوں میں کمبل بیچ دے اور زیارت میں سردیوں کے موسم میں ائر کنڈیشن فروخت کرنے کا رکارڈ قائم کرے دھوکہ، جھوٹ، دجل، فریب، عیاری، مکاری، سازش، جدید عہد کے سرمایہ دارانہ نظام کی وسعت کے جدید ترین ہتھیار ہیں جو یہ ہتھیار تیز کرسکتا ہے وہی ملٹی نیشنل کمپنیوں میں اعلیٰ عہدوں تک پہنچنے کی اہلیت رکھتا ہے نہ توبہ کی فرصت نہ گناہگار زندگی بسر کرنے پر خلش تیرگی ہر گھر کا مقدر ہے شدید مشقت کے باوجود زندگی کی گاڑی کھینچنا مشکل ہوگیا ہے جرائم عام ہوگئے خواہشات نفس برقی ذرائع ابلاغیات کے ذریعہ بڑھادی گئی ہیں۔رزق کے وسیلے سرمایہ دارانہ نظام کم کررہا ہے، لیکن خواہشات جذبات بھڑکانے اور بڑھانے کے ایسے ایسے طریقے وسیلے، سلیقے، قرینے ایجاد کررہا ہے کہ عقل دنگ ہے، لوگ اشتہارات کی چکاچوند کو اصل زندگی سمجھ کر اس میں گم ہیں اور اسی طرز زندگی کے حصول میں بے تاب ڈور کا سرا ہاتھ آتا نہیں ہے مگر دوڑ رہے ہیں، ہانپ رہے ہیں لیکن اصل صورت کو بھانپ نہیں سکتے۔اعلیٰ معیار زندگی کے باعث امراء اور دین دار لوگوں کو تعیّشات کی ایسی ثقافت میں مبتلا کردیا گیا ہے بلکہ ایسی چکی میں پیس دیا گیا ہے کہ ان کے پاس غریبوں، غریب رشتہ داروں کے لئے پیسے نہیں ہیں کہ ان کے اخراجات بہت بڑھ گئے ہیں ترک تعلقات شہری زندگی کا سب سے بڑا وصف ہے ہر ایک کے ہاتھ کسی نہ کسی کے خون سے تر بہ تر ہیں، یہ خون تمنا کا بھی ہے آرزو کا بھی تعلقات کا بھی، رشتوں کا بھی، خونی رشتوں کا بھی، محبت کے رویوں کا بھی، ایثار قربانی، بے لوثی کی رسموں کا بھی، وفا کا بھی، حیاء کا بھی، شرافت کا بھی، خاندان، قبیلے، گروہ، نسل، بھائی، بہن، ماں باپ کا بھی، فراق ووصال کے قصے عہد پارینہ ہیں محبت کو زوال آ گیا ہے قرب قیامت کی علامت یہ ہے کہ اہل دنیا سے محبت اٹھالی جائے گی قیامت کا منظر قریب ہے مگر کسی کو احساس تک نہیں بچوں کی معصومیت ٹی وی، میڈیا نے چھین لی ہے اب وہ اسی طرح کی باتیں کرتے ہیں جس طرح بڑی عمر کے لوگ محو کلام ہوتے ہیں معصومیت سادگی کا یہ قتل کتنی پرکاری عیاری اور شاطری سے کیا گیا ہے اس کا ہمیں اندازہ ہی نہیں ہے ہم ہنس ہنس کر دوسروں کو بتاتے ہیں کہ ہمارا بچہ اتنی سی عمر میں اتنی بڑی بڑی باتیں کرتا ہے، انگور بننے سے پہلے منقیٰ بننے کی کوشش تہذیب کے لیے خودکشی کے سوا کیا ہے۔لوگ دیہاتوں سے شہروں کی طرف آرہے ہیں شہروں والے بیرون ملک جارہے ہیں سب کی منزل مغرب ہے کہ دولت ہی حاصل زندگی ہے مقتل سجائے جارہے ہیں روحوں کا قتل عام ہورہا ہے۔دریچے بند ہیں مقتل کھلے ہیں لہو بہہ رہا ہے قاتل کی نشان دہی کوئی کرنے پر تیار نہیں۔اندھیرا ہے مگر جگنو نہیں ہے آندھیاں ہیں مگر آندھیوں کے رخ پر جلنے والا کوئی چراغ نہیں ہے یادیں ہیں مگر یادوں کو سننے والی نسل نہیں ہے، بہار ہے مگر احساس بہار نہیں ہے نوجوان اپنے گھروں کو آباد کرنے سے محروم ہیں مطالبات کی

فہرست نے نکاح کومشکل اورزنا کوآسان سے آسان تر کردیا ہے نشیمن ہے مگر شاخ نشیمن نہیں ہے اور آس پاس بجلی چمک رہی ہے رہ گزر ہے مگر نقش پا نہیں ہے دکھ ہے مگر دوا نہیں ہے قضا ہے مگر شفاء نہیں ہے.....مرد ہے مگر حیاء سے خالی عورت ہے لیکن وفا سے خالی گھر میں کوئی کسی کا منتظر نہیں ہے سب وقت کی گھڑیاں گن رہے ہیں اور بچھڑنے کے لئے کسی اچھی گھڑی کے منتظر ہیں گھر ویران سنسان اجاڑ غیر آباد اور کیفے ہوٹل تنور کھانے پینے کی دکانیں باغ، میلے آباد ہیں نئی رت کے سفر پر جانے والے قافلے اپنی مٹی اپنے موسم اپنے گھر بھول چکے ہیں انہیں یہ یاد نہیں ہے کہ بوڑھے ماں باپ ان کے حسین مستقبل کو اپنے لہو سے روشن کرنے کے بعد بیرون ملک سے ان کی وطن واپسی کے انتظار میں راتوں کو جاگتے دن کو روتے صوفوں پر اونگھتے نمازوں میں سوتے اور ہر آہٹ پر چونک کر دروازہ کھولتے ہیں کہ شاید ان کے بچھڑے ہوئے بچے اپنے سنہری مستقبل کی سنہری زنجیروں میں سے کچھ سنہری کڑیاں اور سنہری لمحات ان کے لئے لے آئے ہوں گے۔

یہ وطن یہ اپنا گھر خطرے میں ہے پستہ قد حکمراں ہیں پستہ قدوں کے سر سے بلند سر باقی نہیں رہتا جس گھر میں منافق بستے ہوں وہ گھر بھی باقی نہیں رہ سکتا ہوائے تند و تیز کے مقابلے پر کچھ چراغ لرز رہے ہیں چند قندیلیں روشن ہیں مگر مٹی کے یہ چراغ کب تک جلیں گے ظلم کا یہ عالم ہے کہ شہر میں قاتل کے سوا کوئی بے گناہ نہیں انتظار عہد نو کا استعارہ ہے بچے کو نوکری سے آنے والی ماں کا انتظار ہے ماں کو آوارہ گردی سے لوٹنے والے بچے کا انتظار ہے۔لڑکیوں کو موبائل فون پر بے ہودہ پیغامات کا انتظار ہے، بکواس کرنا ثقافت ہے، دین جس کا پیغام تھا کہ ''جو چپ رہا وہ نجات پا گیا'' وہاں صبح و شام خرافات سنی اور کہی جا رہی ہے۔ایس ایم ایس کے ذریعے زبان، تہذیب، اخلاق، روایات کا جنازہ نکل رہا ہے لیکن قوم اشتقلوں میں مصروف ہے۔ بچے کو رات گئے لوٹنے کے بعد فون، ای میل، موبائل فون کا انتظار ہے۔اس نسل کے حصے میں ایسے خواب آ گئے ہیں جو نیند میں نہیں دیکھے جاتے اور ایسے غم اس کا مقدر بن گئے ہیں جن کا اظہار چہروں سے نہیں ہوتا یہ غم اس نسل کو گھلا دیں گے، مٹا دیں گے، جلا دیں گے۔

جدیدیت نے صرف مکان کے حصول کو ہی ناممکن نہیں بنا دیا بلکہ آخرت کے حصول کو بھی محال کر دیا۔ جدیدیت کا سب سے خطرناک رخ خود فراموشی کے ساتھ ساتھ خدا فراموشی بھی ہے۔اللہ رب العزت کا نام اور مالک الملک کا وجود اب ایک رسمی معاملہ بنا دیا گیا ہے۔مادیت کی پرستش اور سرمایے کی خواہش نے نفس کو الٰہ بنا دیا ہے۔شب و روز خواہشات کی پرستش جاری ہے۔ نئے نئے معبود تراشے جا رہے ہیں۔ نئے معبد تعمیر ہو رہے ہیں۔ معرفت الٰہی خواب و خیال ہو گئی ہے۔ دین دار لوگ بھی اس تیزی سے مادیت کے سیلاب میں بہہ رہے ہیں کہ انھیں اس کا شعور بھی نہیں رہا کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ کہاں جا رہے ہیں؟ سب کی منزل سائنس و ٹیکنالوجی کے سراب کا حصول ہے، حصول دنیا اور حصول اقتدار پر سب کی توجہ مرکوز ہے کہ تبدیلی و انقلاب کا یہی واحد راستہ ہے۔

ہر قافلہ مادیت کے صحراء میں گم ہوگیا ہے۔منزلیں دھندلا گئی ہیں۔ مذہب اب محض روحانی تعیش [Spritual Luxury] کا نام رہ گیا ہے۔ چند عبادات کے سوا مذہب کی روح ہماری زندگی سے خارج ہورہی ہے۔صرف مادیت کے سہارے زندگی بسر کی جارہی ہے۔ مالک الملک کے سہارے پر انحصار کے بجائے صرف مادی عارضی ناپائیدار سہاروں پر دارومدار رکھا جارہا ہے۔ یہ سوچے بغیر کہ سہاروں کا کیا اعتبار جو سہارے خود کسی سہارے پر کھڑے ہیں وہ ہمیں کیا سہارا دے سکیں گے۔سفینوں پر بھروسہ کرنے والے شب و روز اپنے سامنے انھیں ڈوبتے ہوئے دیکھ رہے ہیں لیکن سفینے کے بھروسے پر خدا کو بھولنے والوں کی تعداد میں کوئی کمی نہیں ہورہی۔ زندگی کے ہر رنگ سے لطف اندوز ہوتا تعیّشات دنیا میں مبتلا ہونا، ہر خوشے کو نچوڑنا، ہر منظر میں گم ہوجانا، ہر ماحول کا حصہ بن جانا دنیا کی لذتوں کا حصول حاصل حیات سمجھنا دنیا سے مسلسل تمتع اور اس تمتع کی تمام حدود کو بالائے طاق رکھنا اس عہد کے لادینی، دینی وغیر دینی عناصر کا مزاج بنتا جارہا ہے۔اس میں کیا ہرج ہے؟ ایسا نکتہ ہے جس نے مادیت کے تمام رنگوں کی اسلام کاری کردی ہے۔نفس کی پرستش اس دین کے نام پر ہورہی ہے جو ضبط نفس کے لیے نازل کیا گیا تھا اور جس نے اعلان کیا تھا کہ انسانوں وجنوں کی پیدائش کا مقصد صرف اور صرف عبادت رب ہے۔عہد حاضر نے نفس کے رب کو تلاش کرلیا ہے اور اس کی ایسی مخلصانہ عبادت کی جارہی ہے کہ شیطان کو بھی رشک آرہا ہے۔

عارضی زندگی کے ایک ایک لمحے کی مکمل تیاری جاری ہے لیکن وہ زندگی جو دائم ہے جو طویل ہے بلکہ طویل تر اس کے لیے کوئی تیاری نہیں ہے۔موت سے متعلق رسومات اور تقریبات بھی دنیا پرستی کا منظر نامہ تخلیق کر رہی ہیں۔قبرستانوں میں تدفین کے وقت موت کو یاد کرنے والے کم اور زندگی کی حقیقت کو فراموش کرنے والے بڑھتے جارہے ہیں۔اس موقع پر خدا کو یاد کرنے کے بجائے قبرستان میں بھی زندگی کو یاد کیا جاتا ہے اور زندگی کے معاملات ہی زیر بحث رہتے ہیں،تعزیتی جلسے بھی مادہ پرستی کا اظہار بن گئے ہیں۔مرنے والے کے بارے میں جو کچھ گفتگو ہوتی ہے اس میں موت کا ذکر برائے نام بھی نہیں ہوتا، زندگی اور مادہ پرستی کی ہی باتیں ہوتی ہیں۔تعزیتی جلسوں میں شرکت کے بعد دل میں زندگی کی بے ثباتی کا کوئی تصور نہیں جاگتا اور موت کی تیاری کے لیے کوئی امنگ تک بیدار نہیں ہوتی۔زندگی ٹھہرا ہوا سمندر ہوگئی ہے جس میں موت کے الم انگیز واقعات بھی کوئی ہلچل پیدا نہیں کرتے۔زندگی سے محبت نے موت کی حقیقت کو بھلا دیا ہے، جب مریں گے تب دیکھا جائے گا ابھی وقت بہت ہے۔علماء کا کردار معاشرے میں محدود سے محدود تر ہورہا ہے۔دنیا کی کشش ہر فاصلہ قطع کررہی ہے۔روحانی کشش کے مراکز مسلسل کم ہورہے ہیں۔ یہ مراکز بھی مادیت کے بحر محیط میں تحلیل ہوتے جارہے ہیں۔گفتگو کے موضوعات تک بدل گئے ہیں۔ہاتھوں میں تسبیح کے بجائے موبائل فون کی مالائیں آگئی ہیں جن پر فسق وفجور کا رقص جاری ہے۔مسجدیں تک موسیقی کے لہو ولعب سے گونج رہی ہیں۔ دنیا اس قدر غالب، فائق اور راجح ہے کہ لوگ

امام مسجد کی بار بار یاد دہانی کے باوجود موبائل فون کی آواز بند کرنا بھول جاتے ہیں۔ دنیا مسجد میں بھی یاد رکھی جارہی ہے۔ اس سے لمحے بھر کے لیے قطع تعلق کا کوئی داعیہ پیدا نہیں ہورہا۔ حرم میں بھی موبائل فون کی آوازیں دنیا کے قوی تر وجود کا احساس دلا رہی ہیں۔ نغموں کی کہکشاں ہر طرف سجی ہوئی ہے لیکن یہ نغمے ساز و آواز، موسیقی کی دھنیں لوگوں کے دکھ درد و غم کم کرنے یا ختم کرنے میں کوئی کردار ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ اندھیرا ہے کہ بڑھتا جاتا ہے، فاصلہ ہے کہ کم نہیں ہوتا، تاریکی منظر پر محیط ہے، دور دور تک نہ ستارہ صبح ہے نہ بادبان..... زندگی مادیت پرستی کے دائرے کا سفر ہوگئی ہے انسان کولہو کا بیل ہوگیا ہے جو صبح سے رات تک مشقت کے کولہو میں جوت دیا گیا ہے لیکن پھر بھی اس کی بھوک مٹ نہیں رہی۔ معاشرت سے طریقے قرینے سلیقے ادب آداب، تہذیب اخلاق ایک ایک کر کے رخصت ہورہے ہیں۔ ان اقدار کی تجہیز و تکفین کا عمل اتنے تواتر اور تسلسل سے ہورہا ہے کہ اب کسی آنکھ میں کوئی آنسو ہے نہ دل میں کوئی چبھن نہ کوئی خلش، نہ درد نہ غم۔ یہ معاملات اب معمولات زندگی بن گئے ہیں۔ میڈیا پر اقدار روایات اسلام ذات پیغمبر، مالک الملک ہر ایک کو چیلنج کیا جارہا ہے، فسق و فجور کی کھلی دعوت دی جارہی ہے، وہ کھیل جو مغرب میں مذہب کے خلاف تین سو سال پہلے کھیلا گیا تھا اسی رنگ اسی آہنگ، اسی ڈھنگ سے شب و روز ٹی وی چینلوں پر کھیلا جارہا ہے لیکن مذہبی حلقے اس سے بالکل بے پروا ہورہے ہیں۔ حدیث سنت، ذات رسالت مآب اسلامی تاریخ، تہذیب سب کچھ تنقید کی زد پر ہے۔ ٹی وی پر مکالمے ہورہے ہیں کہ شراب پی جائے یا نہ پی جائے، لواطت میں کیا حرج ہے، ہیجڑا بن جانے میں مذہب کیوں رکاوٹ بنتا ہے۔ عمل قوم لوط ایک فطری ذوق ہے اس میں کیا مضائقہ ہے۔ رنڈیاں، کسبیاں، اسلام کی تعبیر و تشریح پیش کررہی ہیں۔ جاوید غامدی جیسے استعماری کارندے سرکاری شیخ الاسلام کے منصب پر فائز ہیں۔ ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر ستمبر ۲۰۰۱ء میں حملے سے پہلے تک جاوید غامدی کا اسلام، قرآن حدیث کچھ اور تھا لیکن ورلڈ ٹریڈ ٹاور پر حملے کے بعد غامدی صاحب کا اسلام تین سو ساٹھ درجے تبدیل ہوا ہے۔ پہلے وہ قرآن مجید سے ثابت کرتے تھے کہ خواتین کے چہرے کا پردہ گھر اور محفوظ مقامات میں نہیں بلکہ گلی بازار اور غیر محفوظ مقامات پر ہے۔ [ص۲۳۲، اسلام کیا ہے دانش سرا] اسلام میں مرد عورت کے آزادانہ اختلاط کی اجازت نہیں [ص۳۱۹] ایک مسلمان مرد کسی مشرک عورت سے شادی نہیں کرسکتا اور مسلمان خواتین کے لیے کسی بھی غیر مسلم مرد سے شادی کرنا منع ہے خواہ اہل کتاب ہو یا غیر اہل کتاب [ص۲۹۹] لیکن اب چہرے کا پردہ تو کیا عورت کی چادر بھی اتار کر کندھے پر ڈال دی گئی ہے۔ یہ سرحد بھی کب عبور ہوتی ہے زیادہ انتظار کی ضرورت نہیں۔ اختلاط کی آزادی دے دی گئی ہے، عورت کسی بھی مشرک یا غیر مشرک سے شادی کرسکتی ہے، خواہش نفس کو دین کے نام سے مشروط کردیا گیا ہے۔ امریکی برانڈ اسلام پیش کیا جارہا ہے۔ غامدی صاحب نے لواطت کو بھی ایک فطری طریقہ قرار دے دیا ہے۔ جیو غامدی صاحب کو دس لاکھ روپے کی پیش کش کر رہا ہے۔ ہر طرف غامدی غامدی کا شور مچا ہوا ہے۔

ابھی اس کا تخت ہے اوج پر کہ ہوا غبار کے ساتھ ہے

ٹی وی کے پروگراموں میں شریک علماء کو کسی پروگرام کے لیے ایک دھیلا نہیں دیا جاتا لیکن فسق و فجور کے تمام پروگراموں میں شریک اداکاراؤں کو ایک ایک پروگرام کا معاوضہ ہزاروں روپے دیا جاتا ہے۔ پروگرام میں شرکت کے لیے علماء کو زادسفر بھی پیش نہیں کیا جاتا لیکن علماء بصد شوق ان پروگراموں میں شریک ہوتے ہیں جن سے دین کو کوئی تقویت نہیں مل رہی۔ یہ روایت ہمارے دوست اور روشن خیال مفکر ڈاکٹر حافظ شکیل اوج کی ہے جن کی شہادت ہے کہ ''تمام علماء اپنے خرچے یا اپنی سواری سے ٹی وی کے پروگرام میں جاتے ہیں ایک آدھ استثناء ہوسکتا ہے، صرف انھیں ٹی وی چینل والے سواری مہیا کرتے ہیں لیکن اس سواری میں ٹی وی کی وہ میزبان بھی سفر کرتی ہیں جنھیں دیکھنا تزکیہ نفس کا بلندترین مقام طے کرنا ہے''۔ مولانا احتشام الحق تھانوی کے ساتھ بھی یہ واقعہ ہوا کہ ریڈیو پاکستان نے انھیں مذہبی پروگرام میں شرکت کے لیے مدعو کیا اور گھر پر سواری بھی بھیجی، گاڑی میں کچھ گلوکار تھے اور آلات موسیقی وغیرہ بھی رکھے ہوئے تھے۔ دوسرے لفظوں میں حافظ شکیل اوج کی طرح مولانا احتشام الحق تھانوی کو صحبت ناجنس کا ہم سفر بنا دیا گیا۔ مولانا نے یہ صورت حال دیکھی تو لاحول پڑھتے ہوئے اتر گئے اور کہا کہ میں آلات غناء کے ساتھ سفر نہیں کرسکتا ٹی وی پر دین کو بحث ومباحثے کے ذریعے بازیچہ اطفال بنا دیا گیا ہے۔ آزادی کا بھوت ناچ رہا ہے اور اس کی آڑ میں ایک ایک مذہبی روایت کو چن چن کر قتل کیا جارہا ہے۔ بولہبی چراغ مصطفوی ہاتھ میں لے کر آگ لگا رہی ہے لیکن کوئی روکنے ٹوکنے، پوچھنے والا نہیں ہے۔ سب اپنا اپنا تحفظ کررہے ہیں۔ اقدار روایات اور دین کے تحفظ کے لیے کوئی نہیں اٹھ رہا۔ ہر طرف عبدالمطلب نظر آرہے ہیں جو کعبہ پر حملہ آور جدیدیت پسندوں سے یہی کہتے نظر آتے ہیں کہ ہمارے اونٹ ہمیں واپس کردو اپنے کعبے کی حفاظت خدا خود کرے گا۔ ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں سب اپنی اپنی جاگیروں کے تحفظ میں مصروف ہیں۔ یہ درست ہے کہ اپنے کعبے اپنے قرآن اور اپنے پیغمبر کی سنت کی حفاظت خود خدا کرے گا، وہ کسی کا محتاج نہیں، ایک متنفس بھی خدا کو تسلیم نہ کرے تو اس کی خدائی میں کوئی فرق نہیں پڑتا، لیکن بندے کی بندگی میں تو فرق آجاتا ہے لیکن کسی کو احساس بندگی کیوں نہیں ستا رہا، راتوں کو جاگنا دن کو سونا، بے دینوں اور دین داروں کا بھی مشغلہ ہے، دعوتیں رات گئے تک جاری رہتی ہیں، دعوتوں میں لوٹ مار، حرص وحسد کی شدت ظاہر کررہی ہے، دسترخوان بچھا کر کھانا کھلانا اب جرم کے درجے میں پہنچ گیا ہے، دین دار لوگ بھی دسترخوان پر کھانا کھلاتے ہوئے شرم محسوس کرتے ہیں، حالانکہ یہ طریقہ لوٹ مار کے اسلوب کے خاتمے کے لیے سم قاتل کا حکم رکھتا ہے، دعوتیں اتنی پرتعیش ہوگئی ہیں کہ سادگی مرچکی ہے، دعوتوں کے اس اسلوب کے باعث خاندانوں میں دعوتوں کی روایت ختم ہوگئی ہے کہ مہنگی دعوت کے بغیر مدعو کرنا بے عزتی کے مساوی ہوگیا ہے۔ لہٰذا اب کوئی کسی کو کھانے پر نہیں بلاتا، بلانا ہوتا ہے تو دعوت کا سومرتبہ حساب کتاب کیا جاتا ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی دعوت بھی بہت مہنگی پڑتی ہے، کسی ایسی دعوت کا اب

تصور تک باقی نہیں رہا جس میں گوشت اور مرغی نہ ہو صرف دال، چٹنی، کڑی، کی دعوتیں تو ختم ہو کر رہ گئی ہیں۔ لڑکیوں کے پائینچے اوپر تک چلے گئے ہیں، ساق سیمیں کا نظارہ عام ہے۔ لڑکوں کے پائینچے نیچے ایڑی تک چلے گئے ہیں، لڑکیوں کی چوٹیاں کٹ رہی ہیں، لڑکے چوٹیاں ڈال رہے ہیں، زلفیں باندھ رہے ہیں، لڑکوں کے گلے اوپر تک اور کرتے نیچے تک آرہے ہیں لڑکیوں کے گلے نیچے تک اور کرتے اوپر تک چلے جارہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اپنی گڑیا کی چولی پہن رکھی ہے۔ جنھیں اپنا سب کچھ چھپانا ہے وہ سب کچھ ظاہر کر رہی ہیں جن پر کم پابندی ہے وہ از خود پابندی کے فلسفے پر عمل کر رہے ہیں۔ تاریخ کا پہیہ الٹا گھوم رہا ہے اسی کا نام جدیدیت ہے۔

جدیدیت اس عہد کا الہٰ بننے کی کوشش کر رہی ہے لہٰذا زبانوں، نسلوں کی زندگی اور موت کے فیصلے کا اختیار بھی اسے حاصل ہو گیا ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مغربی تہذیب انسان کا رشتہ روح کے بجائے جسم سے، عقیدہ کے بجائے عقل سے، داخل کے بجائے خارج سے، خالق کے بجائے مخلوق سے، قربانی کے بجائے مفاد پرستی سے، ایثار کے بجائے لذت اندوزی سے جوڑتی ہے۔ وہ دنیا کو عروج و اقبال کے پیمانے سے ناپتی ہے جبکہ اسلام انسان کی پیدائش کا مقصد، اپنے رب کی عبادت'' کے سوا کچھ اور نہیں بتاتا۔ یہ عبادات ہی انسان کے اندر عاجزی، فروتنی، ملنساری، سادگی، دلداری، خاکساری اور قربانی کا جذبہ پیدا کرتی ہے جس کے نتیجے میں خاندان بنتے ہیں، نسلیں جنم لیتی ہیں اور زبانیں پروان چڑھتی ہیں۔ سترہویں صدی میں مغربی فلسفے کے نتیجے میں ''خلق جدید'' New Man کا ظہور ہوا۔ یہ نیا آدمی اپنے آپ کو مکمل آدمی کہتا تھا اور اپنے سے پہلے دور کے آدمی کو ادھورا آدمی سمجھتا تھا کیونکہ وہ آدمی عہد ظلمات [Dark Ages] کا آدمی تھا۔ یہ روشن خیال لبرل آدمی آزادی اور جمہوریت پر ایمان رکھتا تھا۔ آزادی کا مطلب سرمایہ کی آزادی، خواہشات کی آزادی اور عام اخلاقی معاشرتی، مذہبی، خاندانی روایتی نسلی تاریخی اصولوں سے آزادی کا ہمہ گیر منصوبہ تھا۔ وہ خیر و شر کے لیے کسی خارجی ذریعے کا محتاج نہ تھا اور اپنے ضمیر و جدان اور عقل کو ہی خیر و شر کا خالق و مالک تصور کرتا تھا۔ اس خلق جدید کی تعمیر و تشکیل میں بنیادی حقوق کے منشور کا کلیدی کردار ہے۔ اس عالمی منشور نے عالمگیر سطح پر نہ صرف فطرت انسانی کو مسخ کر دیا بلکہ حقوق انسانی نے کتاب اللہ، روایات، اخلاقیات کی جگہ بھی لے لی۔ اس منشور نے انسان کو ایک ایسی ہستی تصور کیا جو دنیا میں مکمل طور پر آزاد ہے اور کسی پابندی کا خوگر نہیں، خواہشات نفس کی کوئی ترتیب اس کا مسئلہ ہی نہیں۔ الوہیت انسانی اور خواہش نفس کو خدا بنانے کے لیے بنیادی حقوق کا منشور امریکی دستور سے اخذ کر کے صدر روز ویلیٹ کی بیوی ایلینا نے اقوام متحدہ کا چارٹر تیار کیا۔ اس منشور نے انسانی مساوات کا تصور دیا جس کے ذریعے مذہبی اور روحانی معاشروں میں حفظ مراتب کی تہذیب تباہ ہو گئی۔ ماں اور بیٹا، استاد اور شاگرد، پیغمبر اور امتی، بزرگ اور بچہ، پیر اور مرید بڑا اور چھوٹا نیک و بد فرشتہ و شیطان جاہل و عالم، احمق و عقل مند سب برابر ٹھہرے حالانکہ کسی بھی معاشرے میں عملاً یہ ممکن نہیں ہے۔ آزادی کے تصور نے یہ پیغام دیا کہ ہر انسان برابر، آزاد، اور

عاقل ہے اور علم کا اصل ذریعہ عقل ہے اسی عقل کے ذریعے انسان خیر کی شناخت کرتا ہے، وہ کسی کو جواب دہ نہیں ہوتا، وہ خیر کو تبدیل بھی کر سکتا ہے، وہ اپنے تصور خیر کی تبدیلی کے لیے کسی کا محتاج نہیں، کسی سے اجازت لینے کا پابند نہیں، کسی کو جواب دہ نہیں وہ اپنا نفس کسی کے سامنے پیش کرنے اور ہدایت لینے کا محتاج نہیں، کسی بھی فرد کی قلبی کیفیت کا اس کی ذات سے کوئی تعلق نہیں، حق وہ ہے جسے جھوٹ ثابت کیا جا سکے جو چیز جھوٹ ثابت نہ ہو سکے وہ حق کہلانے کی مستحق نہیں، یہی سائنٹفک میتھڈ ہے، اسی کے ذریعے سائنس کا ارتقاء ہوا ہے، آج جو سچ ہے کل جھوٹ ہو جائے گا، مسترد کر دیا جائے گا لہٰذا اصلاً کوئی چیز حق خیر نہیں ہے یہ تو تجربات کی آماج گاہ ہے تجربے سے جو چیز ثابت ہو جائے وہی درست ہے۔ تجربیت Emperical Orientation ہی سائنسی طریقہ ہے۔ اس طریقے سے جو چیز ثابت نہ ہو سکے وہ غلط ہے۔ اس طرز فکر کے نتیجے میں وحی کتاب اللہ پر شک کرنا لازمی ہے۔ اگر کائنات میں کوئی ایسا فکر، کتاب، نظریہ، عقیدہ ہے جس پر شک نہیں کیا جا سکتا، جسے رد نہیں کیا جا سکتا تو اصلاً وہ غیر سائنسی فکر نظریہ ہے جسے رد کر دینا چاہیے، مسلم جدیدیت پسند بھی یہی خیال پیش کرتے ہیں، حق وہی ہے جسے غلط ثابت کیا جا سکے۔ ہر زمانے میں حق کی تعریف و تعبیر حالات و زمانہ کی رعایت سے بدلتی رہتی ہے لہٰذا کوئی اسلامی تعبیر مستقل نہیں ہو سکتی، ہماری علمیت میں اضافے کے ساتھ ساتھ تعریف بدلتی جائے گی یہی اجتہاد ہے جیسے جیسے زمانہ آگے بڑھے گا اسلام کی تعبیر بدلتی جائے گی، یہی حرکت دین کی روح اور زندگی ہے اسی نقطہ نظر کے نتیجے میں مغربی معاشروں میں دینیات، اسلامیات مذاہب اخلاقیات، آداب، تہذیب، حفظ مراتب ختم ہو گئے۔

بنیادی حقوق کے فلسفے نے انسان کو خاندان کو اجتماعیّتوں کو گروہوں، نسلوں، قبیلوں کو تہس نہس کر کے ہر انسان کو تنہا کر دیا۔ انسان تمام اجتماعیّتوں سے آزاد ہو گیا لیکن اس آزادی نے اسے پاگل کر دیا دنیا میں سب سے زیادہ نفسیاتی مریض مغرب میں ہیں۔ ناروے، سوئٹزرلینڈ، جرمنی دنیا کے امیر ترین ممالک ہیں مگر سب سے زیادہ خودکشیوں کی شرح ان تینوں ممالک میں ہے۔ جب آزادی مساوات خوشحالی، دولت سب کچھ مل گیا تو اب خودکشی کی وجہ کیا ہے؟ مغربی تہذیب جو پہلے دنیا پر حملہ آور تھی اب خود اپنے آپ پر حملہ آور ہے۔ پہلے اس تہذیب نے اجتماعیّتوں کو تحلیل کر کے انسان کو تنہا کر کے انھیں مادر پدر آزاد کیا۔ جب یہ آزادی مشکل ہو گئی تو خودکشی کا راستہ دکھایا گیا۔ مغرب کے بہت سے اہم دانشور اور فلسفی خودکشی کر چکے ہیں اور یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔ اجتماعیّتوں کے خاتمے کے نتیجے میں زبانوں اور نسلوں کے لیے شدید خطرات پیدا ہو گئے ہیں۔ انسان نہ قربانی کا تصور کر سکتا ہے نہ کسی کے لیے ایثار کر سکتا ہے۔ اجتماعی نظم و ضبط خاندان قبیلے گروہ انسان کو ایک حوصلہ، طاقت اور ولولہ عطا کرتے ہیں۔ مغربی تہذیب نے انسانوں کو آزاد کر کے اجتماعیّتوں کا خاتمہ کر کے انسان کو حاسد و حریص بے حس و مریض بنا دیا ہے۔ تعیّشات زندگی کے نتیجے میں اخراجات زندگی بڑھ گئے ہیں۔ اپنی ذات ہی سب کچھ ہو گئی ہے خواہشات نفس ہی الہ بن گیا ہے۔ اس آئینہ خانے میں اپنے ہی نفس کی پرستش ہو رہی ہے تو فطری اجتماعیت کیسے

وجود پذیر ہو۔فطری اجتماعیت کا پہلا ادارہ خاندان ہے اور خاندان کی بنیاد نکاح ہے اور نسل کا سلسلہ اولاد سے قائم ہے۔مغربی تہذیب نے ان بنیادی اداروں کا خاتمہ کر دیا ہے جن علاقوں میں اجتماعیتیں باقی ہیں وہاں مغربی تہذیب کی چکا چوند اور اعلیٰ معیار زندگی کی تلاش کے باعث اخراجات زندگی بڑھ گئے ہیں لہٰذا نقل مکانی ہو رہی ہے۔آبادیاں ویرانوں میں بدل رہی ہیں،نقل مکانی زبانوں اور نسلوں کے لیے سنگین خطرات کا اعلان کر رہی ہے، اس لیے دنیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ صرف تین سو سال کے اندر ہزاروں زبانیں مغربی تہذیب کے ہاتھوں مٹ گئیں،مٹا دی گئیں اور یہ سلسلہ تیزی سے جاری و ساری ہے۔جدیدیت کے یہ تمام برگ و بار مظاہر و آثار نقش و نگار اب عالم اسلام پاکستان اور پاکستان کے شہروں میں برسر عام نظر آ رہے ہیں۔

نفس پرستی شہوت پرستی کا بگل بج رہا ہے،محشر بپا ہے لیکن شور محشر میں کسی کو خدا یاد نہیں ہے۔سب ناخدا کی تلاش میں ہیں۔رویے، لہجے۔طرز زندگی،اسلوب حیات، روایات،سب کچھ تیزی سے بدل رہے ہیں لیکن ہمیں احساس تک نہیں لیکن شاعری کے پردے میں یہ سارے مسائل مشکلات اور آشوب ذات و آشوب کائنات اہل علم و فکر کو دعوت فکر دے رہا ہے۔عہد حاضر کے یہ مسائل شاعروں کی زبان میں سنیے اور ایک لمحے کے لیے شعروں میں موجود طوفانوں پر غور کیجیے۔شاید انہی سے وہ سفینہ بھی برآمد ہو جو طوفانوں کا رخ بدل دے یا ان کا سینہ چیرتے ہوئے عافیت کے ساحل پر لے جائے۔اس اداسی بے بسی کے اندھیرے میں امید اور آرزو کی کچھ قندیلیں بھی روشن ہیں ان کا منظر بھی شعروں میں دیکھیے جہاں ایک انمول جذبہ، بے کراں حوصلہ ابھرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

✓ یہ عمر بیت گئی دشت و در بدلتے ہوئے — عذاب و ہجر کے موسم میں گھر بدلتے ہوئے
✓ پرندے نقل مکانی تو کرتے رہتے ہیں — مگر یہ اڑتے نہیں بال و پر بدلتے ہوئے
✓ ستون دار پہ کب تک رکھیں سروں کے چراغ — یہ ہاتھ شل ہوئے جاتے ہیں سر بدلتے ہوئے
✓ خدا گواہ ان آنکھوں نے میری دیکھا ہے — کبھی نظر کبھی اہل نظر بدلتے ہوئے
✓ ہر ایک موڑ پہ قاتل ہمارے اپنے تھے — یہ راز ہم پہ کھلا رہ گزر بدلتے ہوئے

☆ —— ☆

✓ دریچہ بے صدا کوئی نہیں ہے — اگرچہ بولتا کوئی نہیں ہے
✓ کھلی ہیں کھڑکیاں ہر گھر میں لیکن — گلی میں جھانکتا کوئی نہیں ہے
✓ میں ایسے جمگھٹوں میں کھو گیا ہوں — جہاں میرے سوا کوئی نہیں ہے

——

✓ پھول زمین پر گرا پھر مجھے نیند آ گئی — دور کسی نے کچھ کہا پھر مجھے نیند آ گئی
✓ رات بہت ہوا چلی اور شجر بہت ڈرے — میں بھی بہت ڈرا ڈرا پھر مجھے نیند آ گئی

✓ ملیں اسی لیے ریشم کے ڈھیر بنتی ہیں — کہ دختران وطن تار تار کو ترسیں
✓ چمن کو اس لیے مالی نے خوں سے سینچا تھا — کہ اس کی اپنی نگاہیں بہار کو ترسیں

✓ بس چلے تو اپنی عریانی کو اس سے ڈھانپ لوں — نیلی چادر سی تنی ہے جو کھلے میدان پر

✓ جو موتیوں کی طلب نے کبھی اداس کیا — تو ہم بھی راہ سے کنکر سمیٹ لائے بہت

☆ —— ☆

✓ کیا جانیے کہ اتنی اداسی تھی رات کیوں — مہتاب اپنی قبر کا پتھر لگا مجھے
✓ عجب حریف تھا میرے ساتھ ڈوب گیا — میرے سفینے کو غرقاب دیکھنے کے لیے
✓ وہ فاصلہ تھا دعا اور مستجابی میں — کہ دھوپ مانگنے جاتے تو ابر آجاتا
✓ آج کا دن تو خیر سے گذرا — سر سے پا تک بدن سلامت ہے
✓ یہ واقعہ ہے کہ دیر و کعبہ میں ایک بھی رہنما نہیں ہے — خدا تو ہر موڑ پر ملا ہے مگر کوئی ناخدا نہیں ہے
✓ مکیں تھے تنگ نظر مل کے ساتھ رہ نہ سکے — مکان ورثے کا یوں تو بہت کشادہ تھا
✓ اس دور میں زندگی بشر کی — بیمار کی رات ہوگئی ہے
✓ راستہ ہے کہ کٹتا جاتا ہے — فاصلہ ہے کہ کم نہیں ہوتا
✓ چراغ ہجر مسلسل جلائے جاتا ہوں — کبھی ہوا کا ادھر سے گزر نہیں ہوتا
✓ خودکشی لکھ دی گئی بیوہ کے چہرے پر مگر — پھر وہ زندہ ہوگئی بچہ بلکتا دیکھ کر
✓ ظلم بچے جن رہا ہے ان دنوں — عدل کو بھی صاحب اولاد ہونا چاہیے
✓ حادثہ سے بڑا سانحہ یہ ہوا — لوگ ٹھہرے نہیں حادثہ دیکھ کر
✓ مجھ کو تھکنے نہیں دیتا یہ ضرورت کا پہاڑ — میرے بچے مجھے بوڑھا نہیں ہونے دیتے
✓ مٹھیوں میں یوں سمیٹی اس نے اپنے گھر کی راکھ — جیسے اندھے باپ کا بیٹے کو چھوکر دیکھنا
✓ سقراط نے زہر پی لیا تھا — ہم نے جینے کے دکھ سہے ہیں
✓ زیست کے اندھے کنوئیں میں کس کے آواز لگا — کوئی پتھر پھینک کر پانی کا اندازہ لگا
✓ کل آجائے گا وہ میرے مقابل — ابھی جو چوم کر چوکھٹ گیا ہے
✓ میں جس کے ہاتھ میں اک پھول دے کر آیا تھا — اسی کے ہاتھ کا پتھر مری تلاش میں ہے
✓ بھیڑ لگ جاتی ہے جلتے ہوئے گھر کے آگے — لوگ آتے ہیں مگر آگ بجھانے کتنے

✓ ہم ایسے کج مقدر ہیں جنہیں زیست برعکس طلب اکثر ملی
✓ گرمیوں میں دھوپ کا بستر ملا سردیوں میں برف کی چادر ملی
✓ مری حیات ہے محروم مدعائے حیات وہ رہ گذر ہوں جسے کوئی نقش پا نہ ملا
✓ ایسی چلی ہے شہر میں خودغرضیوں کی رسم کچھ سوچ کر صلیب سے عیسیٰ اتر گیا
✓ کیا قیامت ہے کہ ذرے کا بھی دل ٹوٹ گیا سوچتا ہوں کہ کہیں جائے اماں ہے کہ نہیں
✓ گورکن کے بال بچے بھوک سے بےتاب ہیں کوئی مرجائے تو جی اٹھیں گے یہ پروردگار
✓ مٹا سکے ہیں پڑوسی کسی کا درد کبھی یہی بہت ہے کہ چہرے سے آشنا ہے کوئی
✓ فصیل جسم پہ تازہ لہو کے چھینٹے ہیں حدود وقت سے آگے نکل گیا ہے کوئی
✓ مجھ کو اپنے باپ کی حالت کا اندازہ ہوا میرا بچپن جب میرے بچوں سے دہرایا گیا
✓ جس کی خوشبو پڑوس تک پہنچے ہم سے بہتر تو وہ چنبیلی ہے
✓ آسمانوں سے فرشتے جو اتارے جائیں وہ بھی اس دور میں سچ بولیں تو مارے جائیں
✓ ہے خبر گرم ان کے آنے کی بچھ گیا خود جو بوریا نہ ہوا
✓ تیرے ہونٹوں کی ضیا مانگے ہے زندگی اپنا پتہ مانگے ہے
✓ چھت ٹپک جائے گی بارش تھم جائے کوئی مجبور دعا مانگے ہے
✓ اے عید مسرت کی پیامی تو ہے لیکن افکار زمانے کے مٹا جائے تو جانیں
✓ زرداروں کے ایوانوں کو ٹھکرا کے نظر سے ہم جھونپڑی والوں کے یہاں آئے تو جانیں
✓ سر پر چڑھ کر بول رہے ہیں پودے جیسے لوگ پیڑ بنے خاموش کھڑے ہیں کیسے کیسے لوگ
✓ گلشن کی شاخ شاخ کو ویراں کیا گیا یوں بھی علاج تنگی داماں کیا گیا
✓ ایسے ویسے کیسے کیسے ہوگئے کیسے کیسے ایسے ویسے ہوگئے
✓ نگاہ پڑنے نہ پائے یتیم بچوں کی ذرا چھپا کے کھلونے دکان میں رکھنا
✓ ہمیں تو اہل سیاست نے یہ بتایا ہے کسی کا تیر کسی کی کمان میں رکھنا
✓ ہوائیں تیز بہت ہیں یہ چاہتوں کے دیے ذرا سنبھال کے اپنے مکان میں رکھنا
✓ جدید عہد کے مقروض ہیں مرے بچے مرے خدا انہیں اپنی امان میں رکھنا
✓ مرے ماں باپ کا قاتل کہاں ہے لہو بہتا ہوا قاتل کے گھر تک آ گیا ہے
✓ جب وہ بچھڑے تو رات باقی تھی کٹ گئی عمر رات باقی ہے
✓ وہ بزم دیکھی ہے میری نگاہ نے کہ جہاں بغیر شمع بھی جلتے رہے ہیں پروانے

✓ یہ پتھر کیا تجھے دیں گے دلاسہ — لگا دیوار سے کیوں رورہا ہے
✓ جس کی خوشبو پڑوس تک پہنچے — ہم سے بہتر تو وہ چنبیلی ہے
✓ کیا راستے سے لوٹنے کا عزم تو نہیں — تشریف لارہے ہو قدم تول تول کر
✓ اللہ کا احسان ہے مجھ پر شاعر ہوں میں جدّی — بارہ لاکھ کا ملبہ بیچا پندرہ لاکھ کی ردی
✓ چلو اب موت کے رستے پہ لوگو — اسی پر موت کا اب ڈر نہیں ہے
✓ ہمارے ساتھ چلتا جارہا ہے — ارے کیا چاند کا بھی گھر نہیں ہے
✓ انداز ہو بہو تیری آواز پاء کا تھا — دیکھا نکل کے گھر سے تو جھونکا ہوا کا تھا
✓ دل کی تنہائی کا مجھ کو خود بھی اندازہ نہیں — یہ اک ایسا گھر ہے جس کا کوئی دروازہ نہیں
✓ اللہ اللہ وہ ستم گر بھی یہی کہتا ہے — مجھ سے یہ درد کے مارے نہیں دیکھے جاتے
✓ ہر اک چلن میں اسی مہرباں سے ملتی ہے — زمین ضرور کہیں آسماں سے ملتی ہے
✓ چلے ہیں سیف وہاں ہم علاج غم کے لئے — دلوں کو درد کی دولت جہاں سے ملتی ہے
✓ اس طرح بڑھنے لگے ہیں گھر سے گھر کے فاصلے — دوستوں سے شام کے پیدل سفر چھینے گئے
✓ مجھ کو تھکنے نہیں دیتا یہ ضرورت کا پہاڑ — میرے بچے مجھے بوڑھا نہیں ہونے دیتے
✓ ترکے میں جو ملا تھا وہ کافی نہیں ہوا — وراثت کا سمندر پی گئے نسخے دواؤں
✓ یہ ہجر کی شب جو تیرہ ترہے دراز تر ہے محیط تر ہے — کہانیاں تیری کہتے کہتے یہ رات ہم بھی گزار دیں گے
✓ دور تک جلتے رہے دامان ہستی پر دیئے — دیر تک عمر گزشتہ کا خیال آتا رہا
✓ اپنے کعبے کی حفاظت ہمیں خود کرنی ہے — اب ابابیلوں کا لشکر نہیں آنے والا
✓ ضروری ہے کفن بردوش رہنا — وطن ہے کوچۂ قاتل ہمارا
✓ ہماری آہ کو اور التجا کو — ترستا رہ گیا قاتل ہمارا
✓ ساحل پہ لوگ یونہی کھڑے سوچتے رہے — دریا میں ہم جو اترے تو دریا اتر گیا
✓ ایسی چلی ہے شہر میں خود غرضیوں کی رسم — کچھ سوچ کر صلیب سے عیسیٰ اتر گیا
✓ اجازت ہو تو آنکھوں میں چھپالوں — زمانے کی نظر اچھی نہیں ہے
✓ اتنا تو مجھے یاد ہے کچھ بھول گیا ہوں — کیا بھول گیا ہوں مجھے کچھ یاد نہیں ہے
✓ کیسا خدا کیسا نبی — پیسہ خدا پیسہ نبی
✓ تم نرے مولوی رہے سالم — چار سو بیس ہوگئی دنیا
✓ سارا مسئلہ معاشیات کا ہے — ویسے چکر خدا کی ذات کا ہے

✓ منیر اس ملک پر آسیب کا سایہ ہے یا کیا ہے
کہ حرکت تیز تر ہے اور سفر آہستہ آہستہ

✓ الزام اپنی موت کا موسم پہ کیوں دھروں
میرے بدن میں میرے لہو کا فساد تھا

✓ اس نے کل گاؤں سے جب رخت سفر باندھا تھا
بچہ آغوش میں تھا پشت پہ گھر باندھا تھا

✓ یہ جو لوگوں کو اب آواز سے پہچانتا ہے
اس کی ماں نے اسے تعویذ نظر باندھا تھا

✓ آتا ہوا دکھائی دیا تھا وہ دور سے
پھر یہ ہوا کہ ساتھ نظر نے نہیں دیا

✓ وقت رخصت وہ چپ رہے عابد
آنکھ میں پھیلتا گیا کاجل

✓ ترے جانے سے ہر شے میں کمی ہے
بس اک صدمہ زیادہ ہورہا ہے

✓ میں کمرے کے اندر ہوں
کمرہ پھر بھی خالی ہے

✓ کیا دوا کیسی بحالی آخری کوشش کے ساتھ
بستر بیمار پر دست مسیحا جل گیا

✓ تشنگی وہ تھی کہ سیرابی کا چہرہ جل گیا
میں لب دریا جو پہنچا سارا دریا جل گیا

✓ اتنی کوشش بھی نہ کر میری اسیری کے لئے
تو کہیں میرا گرفتار نہ سمجھا جائے

✓ دیار ذات کے تاریک بام و در سے گزر
ہوائے تازہ کسی دن ہمارے گھر سے گزر

✓ قصر شہ معجزۂ دست ہنر ہے جن کا
وہی اس قصر میں داخل نہیں ہونے پاتے

✓ آنسو نہیں چھوتے ترے رخساروں کو
یہ ستارے مہہ کامل نہیں ہونے پاتے

✓ دیے کی آنکھ میں اک خوف سا لرزتا ہے
نجانے کب یہ ہوا طاق سے گزرنے لگے

✓ جلتے جلتے یہ خیال آیا کہ اس آگ سے بھی
اور کچھ کام لیا جائے جلانے کا نہیں

✓ یہ جو مسمار ہوئی جاتی ہے لمحہ بہ لمحہ
کیا خبر پھر کسی آذر سے یہ دنیا نہ بنے

✓ کوئی عہد وفا باندھے تو کچھ اچھا نہیں لگتا
کسی کا کوئی بھی وعدہ کبھی سچا نہیں لگتا

✓ آج اس شخص کی آنکھوں میں سخن دیکھا ہے
اور وہ خواب بھی دیکھا ہے جو ان دیکھا ہے

✓ خواہش زر تیرے چہرے کی طرف کیا دیکھوں
ایک دنیا نے ترا سارا بدن دیکھا ہے

✓ حرف کاغذ پہ اترنے سے گریزاں ہیں بہت
جب سے بازار میں بکتا ہوا فن دیکھا ہے

✓ اکیلے گھر سے پوچھتی ہے بے کسی
ترا دیا جلانے والے کیا ہوئے

✓ ہوئیں بارشیں تو نہ آئے گا کوئی گرد باد نظر نہیں
ابھی اس کا بخت ہے اوج پر کہ ہوا غبار کے ساتھ ہے

✓ نظر کو جستجوئے شوق میں پتوار کرنا ہے
مجھے کاغذ کی ناؤ پر سمندر پار کرنا ہے

✓ مجھے جانا ہے اک شہر طلسم آثار کی جانب
وہاں سوئے ہوئے ہر شخص کو بیدار کرنا ہے

✓ بجا کہ مہروں کے خانے بدلنے والے ہیں
سوال یہ ہے کہ کس کو کہاں پہ رکھا جائے

✓ گلی میں تیز ہوا گھر میں تیرگی ہے بہت
چراغ رکھیں کہاں دل کہاں پہ رکھا جائے

✓ میں چل رہا ہوں مگر کس طرف نہیں معلوم
مجھے خود اپنے سفر کا ہدف نہیں معلوم

✓ کس انتشار کے جنگل میں بھٹکی نسل ہیں ہم
ہمیں ہمارا مقام اور صف نہیں معلوم

✓ وہ معرکہ تھا حقیقت کا یا کہ خواب کی جنگ
کہاں یہ عمر ہوئی ہے تلف نہیں معلوم

✓ بس ان کے سینوں میں اک چیز دل کے نام کی تھی
ہمیں کچھ اور نشانِ سلف نہیں معلوم

✓ محیط وقت میں معزول دل بھی دنیا بھی
کیا ہے کس نے کسے بر طرف نہیں معلوم

✓ رچے بسے ہوئے دکھ میں ادب کے آخری لوگ
یہی دو چار ہیں بس اپنے ڈھب کے آخری لوگ

✓ کچھ اور دن یہ حوالے ہیں ربط ونسبت کے
ہم اہل عشق ہیں نام ونسب کے آخری لوگ

✓ خوشی کا لفظ سکھایا کریں گے بچوں کو
بچے کھچے ہوئے عہد طرب کے آخری لوگ

✓ یہی تو آن ہیں ہارے ہوئے قبیلے کی
اک انتقام پہ زندہ غضب کے آخری لوگ

✓ کریں گے کیسے قیامت کا سامنا وہ ریاض
بکھرتی ٹوٹتی دھرتی پہ رب کے آخری لوگ

✓ کٹی ہے عمر کجادوں میں خواب ڈھونڈتے ہوئے
کسی سفر میں نہ تعبیر ہم رکاب ہوئی

✓ رہگذر خیال میں دوش بہ دوش تھے جو لوگ
وقت کی گرد باد میں جانے کہاں بکھر گئے

✓ میں تو صفوں کے درمیاں کب سے پڑا ہوں نیم جاں
میرے تمام جاں نثار میرے لئے تو مر گئے

✓ ممکن نہیں علائق دنیا سے چھوٹنا
جب تک کہ روح کو ہے علاقہ بدن کے ساتھ

✓ ہم بلاوا تو اسے بھی بھیجتے
دکھ بہت ہوتا اگر آتا نہیں

✓ تنخواہ کے دن گھر میں نہیں تھیں کئی چیزیں
بازار سے لیتے ہوئے سامان گئے ہم

✓ مرا وجود مجھے دوڑنے نہیں دیتا
یہ ایک سنگ گراں راستوں میں ہے میرے

✓ اب کے ہم نے شاخ ہوا پر خشت نشیمن رکھی ہے
آگ لگے یا آندھی آئے گھر مسمار نہیں ہوگا

✓ کسی سرنگوں سی ٹہنی پہ رکھوں گا چار تنکے
نہ بلند شاخ ہوگی نہ گرے گا آشیانہ

✓ کبھی تو آئے گی دستک کسی اجالے کی
یہ تیرگی ہے میرے در پہ اور کتنی دور

✓ حضور دور تلک کچھ نظر نہیں آتا
حضور دھند ہے منظر پہ اور کتنی دیر

✓ دنیا نے مجھ کو چھوڑ دیا میرے حال پر
خود سے بھی کیوں نجات نہیں مل گئی مجھے

✓ خدا کسی کو کبھی صاحبِ غرض نہ کرے
سخی ہے کون یہ دست سوال کیا جانے

✓ ہم بھیک مانگیں بھی تو اس شان استغناء کے ساتھ
دینے والا زندگی بھر ہم سے شرمندہ رہے

✓ کمتر نہ سمجھیں لوگ اسے مہر و ماہ سے
ہم نے گرادیا جسے اپنی نگاہ سے

✓ پر سمیٹے ہوئے شاخوں پہ پرندے اکثر
ایسے سوئے کہ ہواؤں سے جگائے نہ گئے

✓ تیز بارش ہو گھنا پیڑ ہو اک تتلی ہو
ایسے موسم کبھی شہروں میں تو پائے نہ گئے

✓ پھول زمین پر گرا پھر مجھے نیند آ گئی
دور کسی نے کچھ کہا پھر نیند مجھے آ گئی

✓ رات بہت ہوا چلی اور شجر بہت ڈرے
میں بھی ڈرا ذرا ذرا پھر مجھے نیند آ گئی

✓ ابو کے ابو دادا میاں اتنے بڑے اتنے بڑے
دادا میاں کی عینک سے حرف بڑے ہوجاتے ہیں

✓ ان سے مل کر لوگ سبھی
لکھے پڑھے ہوجاتے ہیں

✓ مجھے پسند ہے دنیا میں اپنی ناکامی
کہ ہر ذلیل یہاں کامیاب ہے ساقی

✓ فیصل بکھر گیا ہوں اسے مانگنے کے بعد
یہ میں گرا وہ ٹوٹ کے دست دعا گرا

✓ وہ آدمی بھی کراچی میں آدمی کب ہے
کہ جس کے پاس سواری نہ ہو مکان نہ ہو

✓ اب چلے جایئے گر ساتھ ہوا لے جائے
اب چلے جایئے جس سمت خدا لے جائے

✓ بچھڑ کے تجھ سے نہ دیکھا گیا کسی کا ملاپ
اڑا دیے ہیں پرندے شجر پہ بیٹھے ہوئے

✓ تیرے ہونٹوں کی ضیاء مانگے ہے
زندگی اپنا پتہ مانگے ہے

✓ چھت ٹپک جائے گی بارش تھم جائے
کوئی مجبور دعا مانگے ہے

✓ جون کے گرم مہینے میں ہوا کا جھونکا
اب تری یاد بھی یونہی کبھی آجاتی ہے

✓ ہمسفر اور بھی سرگرم سفر تھے لیکن
مجھ کو صیاد نے رفتار سے پہچان لیا

✓ میری بنیاد میں لرزش یقینی ہو نہ کیسے
مرا پتھر ہی جب او ہام پہ رکھا ہوا ہے

✓ میں نے جلتے ہوئے خیمے سے نکالا تھا اسے
ورنہ دشمن نہ کبھی دے کے دعا جاتا مجھے

✓ مانگے سے کیا مراد نہیں مل گئی مجھے
غرقاب ہوگیا تو زمیں مل گئی مجھے

✓ ہر اک کے ہاتھ پہ اک بے گناہ کا خوں ہے
تمام لوگ ہی قاتل ہیں اس کہانی میں

✓ زوال آج کا لکھیں گے اپنے خوں سے ریاض
جو لوگ خیر پہ مائل ہیں اس کہانی میں

✓ گلی میں تیز ہوا گھر میں تیرگی ہے بہت
چراغ رکھیں کہاں دل کہاں پہ رکھا جائے

✓ کوچ کر جائیں کسی اور نگر کی جانب
منزل خواب سے آگے کسی در کی جانب

✓ ہے اک طلسم عجب شہر سر شناسی کا
ادھر جو پاؤں اٹھے ہیں تو سر گئے ہیں یہاں

✓ میں نے جب ڈوبتے سورج کو بہ حسرت دیکھا
روشنی ہم تجھے دیں گے مرے آنسو بولے

✓ شناخت کر کے بہایا گیا ہے میرا لہو
یہ تیرا وہم ہے قاتل مغالطے میں رہا

✓ ہزار بار مجھے لے گیا ہے مقتل میں
وہ ایک قطرہ خوں جو رگ گلو میں ہے

✓ تمام عمر ہی تشریح میں گزر جائے — وہ اختصار جو اس زود گو کی بات میں تھا
✓ جو اب کسی کو بھی اڑتا ہوا نہ دیکھ سکے — بہت پسند تھیں بچپن میں تتلیاں اس کو
✓ تصویر بہارا اب نہ کھینچو — ٹہنی سے پرند اڑ گیا ہے
✓ ایک امید رکھتی ہے جو دل کو شاداب — اک دریچہ ہے جو دریا کی طرف کھلتا ہے
✓ تمام دائرے محدود ہیں بجز مقتل — لہو نے دیکھ لیا ہے بدن میں رہ کر بھی
✓ ہم نوجوان اپنی جوانی کو رو چکے — تم سے جو ہوسکے تو بلا لوبہار کو
✓ شاید کہ یہ بہار مجھے آسکے نہ راس — بجلی چمک رہی ہے نشیمن کے آس پاس
✓ ترا یہ طور فقط تجھ کو زیب دیتا ہے — تو کس صفائی سے مجھ کو فریب دیتا ہے
✓ مری حیات ہے محروم مدعائے حیات — وہ رہگزر ہوں جسے کوئی نقشِ پاء نہ ملا
✓ کر دیا آج زمانے نے انھیں بھی مجبور — کبھی یہ لوگ مرے دکھ کی دوا کرتے تھے
✓ آندھیوں میں اک دیا جلتا ہوا رہ جائے گا — میں چلا جاؤں گا میرا نقش پاء رہ جائے گا
✓ یہ عشق جو یادوں کے سوا کچھ نہیں دیتا — یادوں سے گزر جاؤ تو کیا کچھ نہیں دیتا
✓ ترک تعلقات پر دکھ انتہا کا تھا — زندہ رہا کہ حوصلہ مجھ میں بلا کا تھا
✓ ترس گیا ہوں نواہائے دلکشا کے لیے — پکار وادیٔ خاموش سے خدا کے لیے
✓ وہ دنیا تھی جہاں تم روک لیتے زباں میری — یہ محشر ہے یہاں سننی پڑے گی داستاں میری
✓ عظمتیں اپنے چراغوں کی بچانے کے لیے — ہم کسی گھر میں اجالا نہیں ہونے دیتے
✓ مر گئے پھر بھی کھلی رہ گئیں آنکھیں اپنی — کون اس طرح مرا حسرت دیدار کے ساتھ
✓ دیکھئے کس کو شہادت سے سرافراز کریں — لاگ تو سب کو ہے اس شوخ کی تلوار کے ساتھ
✓ آتش ہجر کلیجے میں دبی رہتی ہے — تم نے جس دن سے لگائی ہے لگی رہتی ہے
✓ ہوں تو میں شاخ مگر پھل نہیں لگتے مجھ میں — میری قسمت سے ہی پھولوں میں کمی رہتی ہے
✓ کل رات جو ایندھن کے لیے کٹ کے گرا تھا — چڑیوں کو بہت پیار تھا اس بوڑھے شجر سے
✓ محل کے سامنے اک شور ہے قیامت کا — امیر شہر کو اونچا سنائی دیتا ہے
✓ میں ہوں اور تو ہے گوشۂ تنہائی ہے — بھیڑ کی بھیڑ ہے تنہائی کی تنہائی ہے
✓ رات سر پر ہے پرند و مستقرمت بھولنا — آسمانوں میں اڑو لیکن شجر مت بھولنا
✓ اک نئی رُت کے سفر پہ جانے والے قافلو — اپنی مٹی اپنے موسم اپنے گھر مت بھولنا
✓ کہیں صبر کی نصیحت کہیں شکر کا بہانہ — تیرے آنسوؤں کی قیمت نہ چکا سکا زمانہ

✓ حالات کے قدموں پہ قلندر نہیں گرتا ٹوٹے بھی ستارہ تو زمیں پر نہیں گرتا
✓ گرتے ہیں سمندر میں بڑے شور سے دریا لیکن کبھی دریا میں سمندر نہیں گرتا
✓ ہمت کر کے ان سے کہا کہنا تھا کچھ بھول گیا
✓ کچھ خواب ہیں جو نیند میں دیکھے نہیں جاتے کچھ غم ہیں جو چہرے سے نمایاں نہیں ہوتے
✓ پڑاؤ دیکھ کے خانہ بدوش لوگوں کا ہوا کے دل میں دیوں کا جمال چبھتا ہے
✓ اس کی خواہش ہے کہ آنگن میں اتارے سورج بھول بیٹھا ہے کہ خود موم کا گھر رکھتا ہے
✓ تتلیاں اڑتی ہیں اور ان کو پکڑنے والے یہی دیکھا ہے کہ اپنوں سے بچھڑ جاتے ہیں
✓ دل کے دریا کو کسی روز اتر جانا ہے اتنا بے سمت نہ چل لوٹ کے گھر آنا ہے
✓ ہمیں بھی دوستوں سے آپڑے ہیں کام کچھ یعنی ہمارے دوستوں کے بے وفا ہونے کا وقت آیا
✓ لوگ نکلے جو غم نان شبی میں گھر سے ایسے بکھرے کہ قبیلوں کے قبیلے نہ رہے
✓ اب فرشتوں کے اترنے کے وسیلے نہ رہے دل رسیلے نہ رہے قول سجیلے نہ رہے
✓ اس سے کیا بچھڑے کہ خود ارض وسماء روٹھ گئے آنکھ بے رنگ ہے افلاک بھی نیلے نہ رہے
✓ ہمارے شہر میں پستہ قدوں کی حکمرانی ہے جو ان کے سر سے اونچا ہو وہ سر باقی نہیں رہتا
✓ کئی دن سے مجھے بس اپنے گھر کی فکر لاحق ہے منافق جس میں بستے ہوں وہ گھر باقی نہیں رہتا
✓ میں اپنی ذات کا کچھ فائدہ تو دوں اس کو میں اور کچھ بھی نہ دوں حوصلہ تو دوں اس کو
✓ سربام ہوا کب تک جلے گا یہ مٹی کا دیا کب تک جلے گا
✓ کہا میں نے کہ میں جلتا ہوں غم سے ان آنکھوں نے کہا کب تک جلے گا
✓ پسینہ موت کا ماتھے پہ آیا آئینہ لاؤ ہم اپنی زندگی کی آخری تصویر دیکھیں گے
✓ یوں تڑپ کر دل نے تڑپایا سر محفل مجھے اس کو قاتل کہنے والے کہہ اٹھے قاتل مجھے
✓ دوستو تم مرے دشمن کی برائی نہ کرو کم سے کم اس کی عداوت میں تو سچائی ہے
✓ اتنی مروتیں تو کہاں دشمنوں میں تھیں یاروں نے جو کہا مرے منہ پر نہیں کہا
✓ رند جنت میں جا بھی چکے واعظ محترم رہ گئے
✓ مٹ گئے منزلوں کے نشاں صرف نقش قدم رہ گئے
✓ کوئی موتی سر ساحل نہیں لانے دیتا دل بھنور ہے مجھے تہہ تک نہیں جانے دیتا
✓ ہے مرا اپنا ارادہ بھی سفر کا منصور ورنہ یاروں کو بہت دور نہ جانے دیتا
✓ اے حشر جلد کر تہہ و بالا جہاں کو یوں کچھ نہ ہو امید تو ہے انقلاب میں

✓ تیغ منصف ہو جہاں دار رسن قاتل ہوں
بے گناہ کون ہے اس شہر میں قاتل کے سوا

✓ بجلی گرے تو گرم مرا آشیانہ ہو
راحت زیادہ تر ہوا اگر تن پہ سر نہ ہو

✓ دن ڈھل چکا تھا اور پرندہ سفر میں تھا
سارے بدن کا خون رواں مُشتِ پر میں تھا

✓ اس سے کہنا کہ کہاں تک کوئی رستہ دیکھے
اس سے کہنا مرے چہرے سے یہ آنکھیں لے جائے

✓ تھکے ہارے پرندوں کو جو دیکھا تو خیال آیا
کوئی گر منتظر ہوتا تو ہم بھی اپنے گھر جاتے

✓ بس اک ضرب کی مار تھے سب درخت
بہ ظاہر تن آور مگر کھوکھلے

✓ وہ ہمارا نہ سہی اور قبیلے کا سہی
ہم سے پسپا کوئی لشکر نہیں دیکھا جاتا

✓ مجھے ملال نہیں اپنی بے نگاہی کا
جو دیدہ ور ہیں انھیں بھی نظر نہیں آتا

✓ حادثے سے بڑا سانحہ یہ ہوا
لوگ ٹھہرے نہیں حادثہ دیکھ کر

✓ جو بے وفا نظر آتا ہے باوفا ہی نہ ہو
یہ بے رخی بھی محبت کی اک ادا ہی نہ ہو

✓ ہم آدمی سے فرشتے تو بن نہیں سکتے
وہ چاہتے ہیں کہ ہم سے کبھی خطا ہی نہ ہو

✓ تمہارے کہنے سے میں زہر کھا تو لوں لیکن
یہ زہر بھی مرے حق میں کہیں دوا ہی نہ ہو

✓ فقیہہ شہر کے کہنے سے ہم پلٹ آئے
ہمارے حق میں کہیں یہ بھی بددعا ہی نہ ہو

✓ نیند نے بھی تری ادا پائی
وہ بھی کل رات بھر نہیں آئی

✓ فصیل شہر میں پیدا کیا ہے در ہم نے
کسی بھی باب رعایت سے میں نہیں آیا

✓ ایسی نیند بھی لے نہیں سکتے جس سے اٹھنا مشکل ہو
بھولے بھالے چاہنے والے بچے روز جگاتے ہیں

✓ منحصر وقت مقرر یہ ملاقات ہوئی
آج یہ آپ کی جانب سے نئی بات ہوئی

✓ دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں
دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں

✓ اک ذرا آپ کو زحمت ہوگی
آپ کے پاؤں کے نیچے دل ہے

✓ میں اپنے آنسو چھپا رہا ہوں ہنسی کے خوش رنگ دامنوں میں
سزا مجھے یہ جو مل رہی ہے خدا کسی کو سزا نہ دے یہ

✓ حملہ کریں چڑھا کے اگر آستین کو
ہم آسماں سمیت الٹ دیں زمین کو

✓ میں چلتے چلتے اپنے گھر کا رستہ بھول جاتا ہوں
تلاش معاش میں آخر کو گھر بھی بھول جاتا ہوں

✓ اس پھول سے چہرے پہ پسینہ کب تک
موجوں کے تلاطم میں سفینہ کب تک

✓ جینے کے لیے جدوجہد لازم ہے
لیکن مگر اے دوست یہ جینا کب تک

✓ اتنا گل آرزو مسل جاتا ہے
اک ہول سا ہو کے دل دہل جاتا ہے

✓ مردار جہاں کی جاذبیت دیکھو
جانے کو یہاں سے دم نکل جاتا ہے

✓ تم ہمیں بھول گئے ہو شاید ہمیں تمہیں یاد کیا کرتے ہیں
✓ تھمتے تھمتے ہی تھمیں گے آنسو رونا ہے کچھ ہنسی نہیں ہے
✓ سچائی سمو دی تو چمکنے لگی تحریر حالانکہ ہر اک لفظ سیاہی سے لکھا تھا
✓ وہ کون ہیں جنھیں توبہ کی مل گئی فرصت یہاں گناہ بھی کرنے کو زندگی کم ہے
✓ میں آج تیرے تصور میں مسکرا تو دیا مگر یہ فکر ہے کس کس کا دل جلا ہوگا
✓ اس دور میں زندگی بشر کی بیمار کی رات ہوگئی ہے
✓ سر بلند اپنا لہو تھا سرنگوں قاتل کی تیغ ہم ہتھیلی پر جو سر اپنا اٹھا کر آگئے
✓ ٹوٹا تو کتنے آئینہ خانوں پر زد پڑی اٹکا ہوا گلے میں جو پتھر صدا کا تھا
✓ اک برگ سبز شاخ سے کر کے جدا بھی دیکھ میں پھر بھی جی رہا ہوں مرا حوصلہ تو دیکھ
✓ سوچتے رہنے سے تو منزل کبھی ملتی نہیں چلتے جاؤ راستہ سے راستہ مل جائے گا
✓ ساری بستی میں فقط میرا ہی گھر ہے بے چراغ تیرگی سے آپ کو میرا پتہ مل جائے گا
✓ تم زمانہ آشنا تم سے زمانہ آشنا ہم تو خود اپنے لیے بھی اجنبی ناآشنا
✓ دن بسر کر کے مشقت کی کڑی دھوپ میں ہم رات کو سوتے ہیں ہاتھ اپنا سرہانے دھر کے
✓ اک بار جو مل جائیں وہ بچھڑے ہوئے لمحے سو بار مجھے تلخیٔ ایام گوارا
✓ آنکھ پرنم ہے اور اس پہ جگر جلتا ہے کیا تماشہ ہے کہ برسات میں گھر جلتا ہے
✓ میرے حق میں دوستوں کا یہی فیصلہ ہے عاجزؔ کہ گناہ سے ہے بڑھ کر ترا جرمِ بے گناہی
✓ ہوائے ترک تعلق چلی دھیان رہے مگر یہ بات ہمارے ہی درمیان رہے
✓ ہم کہ ٹھہرے اجنبی اتنی ملاقاتوں کے بعد اب بنیں گے آشنا کتنی مداراتوں کے بعد
✓ کب نظر میں آئے گی بے داغ سبزے کی بہار خون کے دھبے دھلیں گے کتنی برساتوں کے بعد
✓ سہارا آپ کا بے شک بڑا سہارا ہے مگر حضور سہاروں کا اعتبار نہیں
✓ ہنستا رہا تمام زمانہ تو کچھ نہیں میں ہنس دیا تو عہد بہاراں بدل گیا
✓ سفینوں کے بھروسے پر خدا کو بھولنے والو سفینوں کو تو ہوتے غرق طوفاں ہم نے دیکھا ہے
✓ شباب آنے سے پہلے غم شباب آیا یہ بستی بسنے سے پہلے اجڑ گئی یارب
✓ تم ابھی واقف نہیں محرومیوں کے راز سے تم کو نغموں کی تمنا ہے شکست ساز سے
✓ کوئی انسان بھی دیکھا کوئی عاشق بھی ملا یوں تو آنے کو تری بزم میں دنیا آئی
✓ سیکھ دانے سے زمانے میں چلن دانے کا دیتا انبار ہے لیتا ہے زمیں تھوڑی سی

✓ خاک کے پتلے کو ہے خاک سے نسبت کتنی — جان دے کے بھی یہ لیتا ہے زمیں تھوڑی سی
✓ ترا کرم تو بہرحال ہے کرم لیکن — ترا ستم بھی بڑا بے مثال ہوتا ہے
✓ غم زدہ لوگ تو مل سکتے ہیں جتنے چاہو — آج کے دور میں غم خوار کہاں سے لاؤں
✓ یہ بھی زمانہ دیکھ لیا — چور بنے ہیں چوکیدار
✓ زندگی کو کوئی پیغام لب ناز تو دے — موت کی آنکھ بھی کھل جائے گی آواز تو دے
✓ ایسی سنسان کبھی پہلے نہ تھی ہجر کی رات — دور تک قافلہ صبح کے آثار نہیں
✓ یہ اہتمام چراغاں بجا سہی لیکن — سحر تو ہو نہیں سکتی دیئے جلانے سے
✓ توڑا کمر شاخ کو کثرت نے ثمر کی — دنیا میں گراں باری اولاد غضب ہے
✓ اے مرے لختِ جگر نور نظر پیدا نہ ہو — معاف کر دے مجھ کو اے جان پدر پیدا نہ ہو
✓ تو اگر پیدا ہوا پھر یہ بتا کھائے گا کیا — اس نکھٹو باپ سے مانگے گا کیا پائے گا کیا؟
✓ سفینے کو بڑھا لیکن قرینے سے سلیقے سے — یونہی بہتے ہوئے ناداں کبھی ساحل نہیں ملتا
✓ کسے خبر تھی کہ لے کر چراغ مصطفوی — جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی
✓ جانے شیخ کو شب کیا سوجھی رندوں کو سمجھانے آئے — صبح کو سارے میکش ان کو مسجد تک پہنچانے آئے
✓ کل رات میکدے میں عجب واقعہ ہوا — واعظ مرے حساب میں پی کر چلا گیا
✓ بہت چراغ بجھے اب کے وہ چراغ بجھاؤ — کہ جس کے بعد اجالا دکھائی دینے لگے
✓ مجھے ماورائے رنگ و بو کر — ازل سے دائروں میں جی رہا ہوں
✓ اک خون کا دریا ہے کہ تاحد نظر ہے — اور کوئی ستنگر بھی نہیں اپنا ہی گھر ہے
✓ ایک قطرہ مجھے درکار تھا جس کی خاطر — کر دیا سارا سمندر تہہ و بالا میں نے
✓ ساحل پہ کوئی ریت کا گھر بھی نہیں مرا — میں خیمۂ احباب نہ دیکھوں تو کیا کروں؟
✓ کتاب زیست کی اک جلد ہوگئی پوری — تمہارے نام فقط انتساب باقی ہے
✓ ہمارے عہد نے لہجہ بھی کر دیا زخمی — کہ اب جناب نہ عالی جناب باقی ہے
✓ بے گھری کا عذاب کیا جانیں — رات سوتے ہیں جو مکانوں میں
✓ جو چلتا تھا مری انگلی پکڑ کر — سنا ہے آج وہ مجھ سے بڑا ہے
✓ خمیدہ چھت کے پنچے چند چہرے بے سروساماں — وراثت کا سمندر پی گئے نسخے دواؤں کے
✓ اور کچھ بھی مجھے درکار نہیں ہے لیکن — میری چادر میرے پاؤں کے برابر کر دے
✓ ثبوت حق کی جو دانشوروں سے بات ہوئی — تو اتفاق کا نکتہ انھیں کی ذات ہوئی

✓ ایسا نہ ہو سوتے میں کوئی قتل ہی کر دے — اس خوف سے بچوں کو بچھونے نہیں دیتے
✓ کیوں سوختہ جانوں کو ترے چاہنے والے — دل خون کے دریا میں ڈبونے نہیں دیتے
✓ میں شہر بدر تھک کے تری چھاؤں میں بیٹھوں — لیکن مرے حالات یہ ہونے نہیں دیتے
✓ بھیڑ لگ جاتی ہے جلتے ہوئے گھر کے آگے — لوگ آتے ہیں مگر آگ بجھانے کتنے
✓ ہمیں تو خیر اندھیرے ہی میں رکھا سب نے — جو دیدہ ور تھے وہ کیوں روشنی کی نذر ہوئے
✓ زمیں دھوکہ نہیں دیتی ہے پھر بھی — جہاں اترو اسے ساحل نہ لکھنا
✓ پس گرد سفر بھی اک سفر ہے — کسی بھی راہ کو منزل نہ لکھنا
✓ نہ جانے کب مسیحائی کرے وہ — کسی بھی چشم کو قاتل نہ لکھنا
✓ کبھی یہاں مہ و خورشید آنکلتے تھے — اور اب تو صرف یہ رستہ ہے دیکھنے کے لیے
✓ کسی کو کیسے بتائیں کہ ہم خود بھی — ترے بچھڑنے کے اسباب کم ہی جانتے ہیں
✓ یہ مگر کس کو بتائیں اب ہوا کے شور میں — اس خرابے میں ہمیں بھی اک دیا اچھا لگا
✓ آنکھوں میں رہا دل میں اتر کر نہیں دیکھا — کشتی کے مسافر نے سمندر نہیں دیکھا
✓ حصار ٹوٹ رہا ہے تری ذہانت کا — مرے سوالوں کے اب تک جواب ایک سے ہیں
✓ ہمارے بعد خلق خدا آتی رہے گی — دریچے کھول کر رکھنا ہوا آتی رہے گی
✓ وہ کہتا تھا کہ ہم دائم ہیں اور سب لوگ فانی ہیں — سو اب سب لوگ ہیں اس کی کہاوت یاد آتی ہے
✓ اس وقت بھی ہاتھوں نے قلم کو نہیں چھوڑا — جب ان پہ ضروری تھا کہ شمشیر اٹھاتے
✓ وہ فاصلہ تھا دعا اور مستجابی میں — کہ ابر مانگتے جاتے تو دھوپ آجاتی
✓ تمہاری طرح جینے کا ہنر آتا تو پھر شاید — مکاں اپنا وہی رکھتے پتہ تبدیل کر لیتے
✓ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ہم بول اٹھے ورنہ — گواہی دینے والے واقعہ تبدیل کر لیتے
✓ اب کے لگتا ہے لب آب ہی مر جائیں گے — پیاس ایسی ہے کہ بجھتی ہی نہیں پانی سے
✓ آنکھ پہچانتی ہے لوٹنے والوں کو مگر — کون پوچھے گا مری بے سرو سامانی سے
✓ یوں ہی دشمن نہیں در آیا مرے آنگن میں — دھوپ کو راہ ملی پیڑ کی عریانی سے
✓ پتھر کا دور جا بھی چکا ہے مگر ندیم — پتھر سے ہم کو مارنے والے نہیں گئے
✓ اپنی وحشت بھی عجب سبز قدم وحشت تھی — جس بیاباں میں گئے ہم وہ بیاباں نہ رہا
✓ دل ان کے ساتھ مگر تیغ اور شخص کے ساتھ — یہ سلسلہ بھی کچھ اہل ریا کا لگتا ہے
✓ وہ عجیب رات تھی سارے شہر میں ایک چراغ نہیں جلا — مگر اک لکیر لہو کی ایسی کھنچی کہ نور ہی نور ہے

✓ میں چراغ لے کے ہوا کی زد پہ جو آ گیا ہوں تو غم نہ کر
میں یہ جانتا ہوں کہ میرے ہاتھ پر ایک ہاتھ ضرور ہے

✓ ہوا ہے یوں بھی کہ اک عمر اپنے گھر نہ گئے
یہ جانتے تھے کوئی راہ دیکھتا ہوگا

✓ کہاں کا خیر کیسی حرمت لفظ و معانی
میں دنیا میں ہوں اور اسباب دنیا چاہتا ہوں

✓ شاخ بہ شاخ گھومئے اور گلاب دیکھئے
ایسا بھی کیا کہ عمر بھر ایک ہی خواب دیکھئے

✓ قفس میں آب و دانے کی فراوانی بہت ہے
اسیروں کو خیال بال و پر شاید نہ آئے

✓ کسے معلوم اہل ہجر پر ایسے بھی دن آئیں
قیامت سر سے گزرے اور خبر شاید نہ آئے

✓ دلوں میں جو بھی تھا جیسا بھی تھا دیوار پر آیا
فغان خلقت بے دست و پاء اچھی لگی ہم کو

✓ سمندروں کو بھی حیرت ہوئی کہ ڈوبتے وقت
کسی کو ہم نے مدد کے لیے پکارا نہیں

✓ یہ بستی جانی پہچانی بہت ہے
یہاں وعدوں کی ارزانی بہت ہے

✓ شگفتہ لفظ لکھے جا رہے ہیں
مگر لہجوں میں ویرانی بہت ہے

✓ وہی چراغ بجھا جس کی لو قیامت تھی
اسی پہ ضرب پڑی جو شجر پرانا تھا

✓ عذاب یہ بھی کسی اور پر نہیں آیا
کہ ایک عمر چلے اور گھر نہیں آیا

✓ کریں تو کس سے کریں نارسائیوں کا گلہ
سفر تمام ہوا ہم سفر نہیں آیا

✓ دل پر یقیں نہیں تھا سو اب کے محاذ پر
دشمن کا اک سوار بھی لشکر لگا ہمیں

✓ گڑیوں سے کھیلتی ہوئی بچی کی آنکھ میں
آنسو بھی آ گیا تو سمندر لگا ہمیں

✓ خلق نے ایک منظر نہیں دیکھا بہت دنوں سے
نوک سناں پر سر نہیں دیکھا بہت دنوں سے

✓ سمندر اس قدر شوریدہ سر کیوں لگ رہا ہے
کنارے پر بھی ہم کو اتنا ڈر کیوں لگ رہا ہے

✓ در و دیوار اتنے اجنبی کیوں لگ رہے ہیں
خود اپنے گھر میں آخر اتنا ڈر کیوں لگ رہا ہے

✓ وہ جس کی جرأت پرواز کے چرچے بہت تھے
وہی طائر ہمیں بے بال و پر کیوں لگ رہا ہے

✓ ہوا بھی ہوگئی میثاق تیرگی میں فریق
کوئی چراغ نہ اب رہ گزر میں رکھا جائے

✓ شکم کی آگ لیے پھر رہی ہے شہر بہ شہر
سگ زمانہ ہیں ہم کیا ہماری ہجرت کیا

✓ ابھی اٹھا بھی نہیں تھا کسی کا دست کرم
کہ سارا شہر لیے کاسۂ طلب نکلا

✓ شاید ہمارے بعد ہوا سازگار ہو
ہم اک چراغ پھر سر دیوار رکھ چلے

✓ ڈر کے صیاد سے معصوم پرندہ کوئی
آشیاں چھوڑ کے اڑ جائے تو دل دکھتا ہے

✓ ڈال کر دیگ میں چاول کے بجائے کنکر
کوئی ماں بچوں کو بہلائے تو دل دکھتا ہے

✓ بہت ممکن ہے کچھ دے کر چلا جائے
جو دستک دے اسے سائل نہ لکھنا

✓ سایہ تو کجا خود سے بچھڑ جاؤ گے اک دن — یہ شہر ہے اور شہر میں تنہائی تو ہوگی
✓ ایک ایک کر کے خود سے بچھڑنے لگے ہیں ہم — دیکھ تو جاکے قافلہ سالار کون ہے
✓ اے دل اب اپنی لو کو بچا لے کہ شہر میں — تو جل بجھا تو تیرا عزادار کون ہے
✓ صرف اپنی روشنی میں طے کرو اپنا سفر — راہ میں جگنو ستارہ یا دیا کچھ بھی نہیں
✓ ہر تبسم میں کسی زخم کی گہرائی ہے — یہ بہار آکے گئی ہے کہ بہارآئی ہے
✓ بگڑی ہوئی اس شہر کی حالت بھی بہت ہے — جاؤں میں کہاں اس سے محبت بھی بہت ہے
✓ ظلم بچے جن رہا ہے ان دنوں — عدل کو بھی صاحب اولاد ہونا چاہیے
✓ زوروں پہ سلیم اب کے ہے نفرت کا بہاؤ — جو بچ کے نکل آئے گا تیراک وہی ہے
✓ جہاں کہانی میں قاتل بری ہوا ہے وہاں — ہم اک گواہ کا کردار کرنا چاہتے ہیں
✓ کہیں تم اپنی قسمت کا لکھا تبدیل کر لیتے — تو شاید ہم بھی اپنا راستہ تبدیل کر لیتے
✓ اگر ہم واقعی کم حوصلہ ہوتے محبت میں — مرض بڑھنے سے پہلے ہی دوا تبدیل کر لیتے
✓ ان کا خط ہو کہ وہ خود ہوں کہ تصور ان کا — کچھ نہ کچھ ہجر میں ہم پیش نظر رکھتے ہیں
✓ ایک خاکہ سا بنانا شبِ تنہائی میں — اس میں پھر رنگ تمناؤں کے بھرتے رہنا
✓ یہ خاکہ ہو بہو تم سا ہے لیکن — ذرا سا مختلف ہے عادتوں میں
✓ وہی میں ہوں اور وہی گرد تیرہ میں بے نشاں سی مسافتیں — کبھی منزلوں کی نوید سے مرے راستوں کو اجال دے
✓ میں وہ بدنصیب جو خواہشوں کے بھنور میں خود سے بچھڑ گیا — کوئی لہر جو مجھے ڈھونڈ کر کہیں ساحلوں سے اچھال دے
✓ میں جو اپنے عہد کی سازشوں کا اسیر بھی ہوں شکار بھی — مری خامشی کو سخن بنا مری عاجزی کو کمال دے
✓ اے میرے شہر سے آنے والے کچھ تو بتا ہاں کچھ تو بتا — اس شہر کے گھر آباد ہیں یا آباد ہیں زنداں کچھ تو بتا
✓ کشت بے آب نے دیکھے ہیں وہ کالے بادل — جو کہیں اور برسنے کو ادھر سے گزرے
✓ یہ دنیا ہے یہاں سے حوصلہ کچھ بھی نہیں ملتا — جسے مہتاب لینا ہو وہ دریا میں اتر جائے
✓ گل ہوگئے ہیں خود تیرے دامن کے فیض سے — ایسے بھی کچھ چراغ تری انجمن میں ہیں
✓ دست نادیدہ کی تحقیق ضروری ہے مگر — پہلے جو آگ لگی ہے وہ بجھا دی جائے
✓ تہہ بہ تہہ لفظوں پہ تھے آداب محفل کے نقاب — تو بھی اپنی گفتگو میں تو سے پہچانا گیا
✓ اپنے شہر والے بھی ہیں بڑے ہنر والے — رکھ کے سر ہتھیلی پر روز گھر سے جاتے ہیں
✓ روشنی سے لوٹ کر بے حد اندھیرا گھر لگا — پاؤں کو ٹھوکر لگی چوکھٹ سے جا کر سر لگا
✓ نہ میں اس کا نہ وہ میرا رہے گا — مگر آپس کا اک رشتہ رہے گا

✓ دن نکلتا ہے تو سامان سفر ڈھونڈتے ہیں
رات پڑتی ہے تو ہم اپنی خبر ڈھونڈتے ہیں

✓ منا دی شہر میں کر دو کہ ڈھونڈو
وہ انساں آنکھ جس کی تر نہیں ہے

✓ ہمارے ساتھ چلتا جا رہا ہے
ارے کیا چاند کا بھی گھر نہیں ہے

✓ جو اہل عشق ہیں نایاب ہوتے جاتے ہیں
یہ زندگی کے چلن خواب ہوتے جاتے ہیں

✓ مسکن وہیں کہیں وہیں آشیاں کہیں
دو تنکے آڑے ترچھے جہاں رکھ لیے کہیں

✓ مسافت کٹ چکی کب کی مگر درپیش ہے دل کو
سفر کے بعد اب یاد سفر درپیش ہے دل کو

✓ عمر مصروف کوئی لمحہ فرصت ہو عطا
میں کبھی خود کو میسر نہیں ہونے پاتا

✓ یہ کیا ستم ہے کہ عہد ستم کے جاتے ہی
تمام خلق مری ہم نوا نکلتی ہے

✓ کہیں نہ گھیر لیں بے درد ظلمتیں تجھ کو
مرے چراغ مری انجمن سے دور نہ جا

✓ درد اٹھتا ہے بیٹھ جاتا ہوں
بیٹھتا ہوں تو درد اٹھتا ہے

✓ آنکھ سے آنکھ کے تارے نہیں دیکھے جاتے
درد سے درد کے مارے نہیں دیکھے جاتے

✓ ایسا سناٹا ہے شمشانوں کی یاد آتی ہے
دل دھڑکنے کی صدا دور تلک جاتی ہے

✓ رہ رہ کے بکا اہل حرم کرتے تھے ایسے
تھم تھم کے دیا آخر شب جلتا ہو جیسے

✓ اس نے زلفیں جو بکھیریں تو کہا صبح نہ ہو
اس نے زلفیں جو سمیٹیں تو کہا شام نہ ہو

✓ یوں تو ہے شرم پیمبر کی تمہیں بھی لیکن
جی میں ڈرتے ہو کہ ناراض کہیں ٹام نہ ہو

✓ آپ کہتے ہیں پرایوں نے کیا ہم کو تباہ
بندہ پرور کہیں اپنوں ہی کا یہ کام نہ ہو

✓ کسی کے آنے سے ساقی کے ایسے ہوش اڑے
شراب سیخ پہ ڈالی کباب بوتل میں

✓ ہوا کے دوش پہ رکھے ہوئے چراغ ہیں ہم
جو بجھ گئے تو ہوا سے شکایتیں کیسی

✓ صبح کاذب ہے چلو مل کے اذاں دی جائے
اور یہ راہ کی دیوار ہٹا دی جائے

✓ قبر کے چوکھٹے خالی ہیں نہ جانے کب سے
جانے کب کون سی تصویر لگا دی جائے

✓ میں ہنس رہا تھا تو رو دیے تم میں مسکرایا تو کیا کرو گے
مجھے سہارا بنانے والو میں لڑکھڑایا تو کیا کرو گے

✓ دریائے محبت میں روانی آئی
طاقت بھی زمانے کو دکھانی آئی

✓ جی بھر کے کرو مست خرامی بیٹے
معلوم تو ہو تم پہ جوانی آئی

✓ یوں چار عناصر کو کہیں چھوڑ دیا
رخ نور حقیقت کی طرف موڑ دیا

✓ جب بن گئی تصویر مکمل میری
اس نقش پہ خالق نے قلم توڑ دیا

✓ کیا فیض ملا ختم کہانی کر کے
عبرت ہی بنے ذات کو فانی کر کے

✓ پانی نے بھسم کر کے انھیں چھوڑا ہے — پی جاتے تھے جو آگ کو پانی کر کے
✓ اٹھائے جا بٹھائے بنائے جا بگاڑے جا — کہ میں ترا چراغ ہوں جلائے جا بجھائے جا
✓ کھڑک سنگھ کے کھڑکنے سے کھڑکتی ہیں کھڑکیاں — اور کھڑکیوں کے کھڑکنے سے کھڑکتا ہے کھڑک سنگھ
✓ اپنی اس تحریک میں ایسے اٹھاؤں گا شہید — جن کے مدفن کو زمین انبیاء دینی پڑے
✓ اتنا کردوں گا میں ماؤں کی محبت کو بلند — دل کے ٹکڑوں کو شہادت کی دعا دینی پڑے
✓ میرے ہمراہی کریں گے اس طرح جانیں نثار — ذرے ذرے کو دعائے مغفرت دینی پڑے
✓ ستم گروں سے ہمیں اس قدر ہی کہنا ہے — یہ طوق و دار تو اہل وفا کا گہنا ہے
✓ رگ گلو میں بہے یا وفا کی راہوں میں — لہو کی جوئے رواں ہے اسے تو بہنا ہے
✓ سکوں انہیں بھی میسر نہ آ سکے گا کبھی — ستم گروں کو بھی اس حشر گہہ میں رہنا ہے
✓ ضعیف اگر نظر پڑے رسول کا جمال بن — قوی اگر ہو سامنے تو قہر ذوالجلال بن
✓ خدا کے آگے سر جھکا کہ سرکشوں کا سر جھکے — قضا ستم گروں کی بن ستم زدوں کی ڈھال بن
✓ قیس و لیلیٰ کا ذکر مت کیجیے — اس زمانے میں لڑکیاں کم تھیں
✓ نہ کہیں پارک تھے نہ ہوٹل تھے — گفتگو کی سہولتیں کم تھیں
✓ سانپ سے دے نہ آدمی کی مثال — ان میں کچھ بے ضرر بھی ہوتے ہیں
✓ دلوں کو زخم نہ دے حرف نا ملائم سے — یہ تیر وہ ہے کہ جو لوٹ کر بھی آتا ہے
✓ کھل سکا حلقہ نہ جن سے زلف کی زنجیر کا — وہ بھلا کیا بل نکالیں گے مری تقدیر کا
✓ اشعار مرے یوں تو زمانے کے لیے ہیں — کچھ شعر فقط ان کو سنانے کے لیے ہیں
✓ یہ علم کا سودا یہ رسالے یہ کتابیں — ایک شخص کی یادوں کو بھلانے کے لیے ہیں
✓ تمہیں غیروں سے کب فرصت ہم اپنے غم سے کب خالی — چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی
✓ قلم نے سر کو جھکا کر کہا جو بسم اللہ — ورق نے کھول کے دل رکھ دیا کہ بسم اللہ
✓ آ مگر اس قدر قریب نہ آ — کہ تماشہ محال ہوجائے
✓ پتھرا گئی نگاہ دم واپسیں ہے آج — آ پاس آ کہ دیکھ لوں تجھ کو قریب سے
✓ مجنوں کا یہ عالم ہے کہ پہروں پس دیوار — بیٹھا ہے تو بیٹھا ہے کھڑا ہے تو کھڑا ہے
✓ کیا جانے لکھ دیا تھا اسے اضطراب میں — قاصد کی لاش آئی ہے خط کے جواب میں
✓ پھر ہم کو اسی سینہ روشن میں چھپا لے — اے مہر جہاں تاب نہ کر ہم کو فراموش
✓ یہ چند لمحوں کی راتیں یہ چند گام کی بات — سحر قریب ہے دل سے کہو نہ گھبرائے

✓ تمام عمر کا ہے ساتھ آب و ماہی کا — پڑے جو وقت تو پانی نہ جال میں آئے
✓ میں ابھی زندہ سسکتا ریت کے ٹیلوں میں تھا — اضطراب اک پھر بھی منڈلاتی ہوئی چیلوں میں تھا
✓ زباں پہ صرف ہیں دعوے مثال کوئی نہیں — دیار عشق نبی میں بلال کوئی نہیں
✓ کچھ عجب بوئے نفس آتی ہے دیواروں سے — ہائے کیا لوگ تھے زنداں میں بھی ہم سے پہلے
✓ مجھے شادابی صحن چمن سے خوف آتا ہے — یہی انداز تھے جب لٹ گئی تھی انجمن اپنی
✓ ہم کہ ہیں کب سے در امید کے دریوزہ گر — یہ گھڑی گزری تو پھر دست طلب پھیلائیں گے
✓ کوچہ و بازار سے چن چن کر ریزہ ریزہ خواب — پھر یونہی پہلے کی صورت جوڑنے لگ جائیں گے
✓ ایک اور دریا کا سامنا تھا منیر مجھ کو — میں ایک دریا کے پار اترا تو میں نے دیکھا
✓ نہیں گمان مرا منزل فنا کی طرف — فلک سے ٹوٹ کے تارے چھپے ہوئے ہیں کہیں
✓ بشر بس غم منانے کے لئے دنیا میں آتا ہے — دم آمد وہ روتا ہے دم رخصت رلاتا ہے
✓ شاید ابھی نہ پہنچی ہو باب قبول تک — ساقی ذرا سی اور کہ توبہ سفر میں ہے
✓ ایوان سے نکلے سر بازار بھی آئے — سردار وہی ہے جو سرِ دار بھی آئے
✓ ہم سہل طلب کون سے فرہاد ہیں لیکن — اب شہر میں تیرے کوئی ہم سا بھی کہاں ہے
✓ بوئے گل محو سفر خود ہے ہوا کی مانند — کون اس راز کو سمجھے گا صباء کی مانند
✓ ہمیں اندازہ رہتا ہے ہمیشہ دوست دشمن کا — نشانی یاد رکھتے ہیں نشانہ یاد رہتا ہے
✓ بلا سے ہم نہ دیکھا تو اور دیکھیں گے — فروغ گلشن وصوت ہزار کا موسم
✓ دیکھ اے شام غریباں وہ مسافر میں ہوں — جس کا گھر بار نہیں جس کو وطن یاد نہیں
✓ بلندیوں کے مکینو بہت اداس ہیں ہم — زمیں پہ آکے کبھی ہم سے گفتگو تو کرو
✓ کشتیاں ٹوٹ گئی ہیں ساری — اب لئے پھرتا ہے دریا ہم کو
✓ سبھی مجھ سے یہ کہتے ہیں کہ رکھ نیچی نظر اپنی — کوئی ان سے نہیں کہتا نہ یوں نکلو عیاں ہو کر
✓ توبہ کی ہو توفیق ہو دیدار مدینہ — اک رند کرے مدحت سرکار مدینہ
✓ مرا غم اتنا بلند ہے کہ پرائے شعلوں کا ڈر نہیں — مجھے خوف آتش گل سے ہے کہ کہیں چمن کو جلا نہ دے
✓ گریں ہزار نشیمن پہ بجلیاں لیکن — ہمیں بھی ضد ہے نشیمن وہیں بنائیں گے
✓ اب تک جبیں سے داغ ندامت نہ مٹ سکا — اک سجدہ کرلیا تھا ترے آستاں سے دور
✓ محشر میں وہ جو پہنچے تو اعمال ندارد — جس مال کے تاجر تھے وہی مال ندارد

✓ تم مخاطب بھی ہو قریب بھی ہو — تم کو دیکھوں کہ تم سے بات کروں
✓ قتل طفلاں کی منادی ہو رہی ہے شہر میں — ماں مجھے بھی مثل موسیٰ تو بہادے نہر میں
✓ دعا بہار کی مانگی تو اتنے پھول کھلے — کہیں جگہ نہ ملی میرے آشیانے کو
✓ ہم نے پھولوں کی آرزو کی تھی — آنکھ میں موتیا اتر آیا
✓ میں جو دم بھر کو کبھی یونہی ذرا غور کروں — اتنی فرقت بھی نہ ہوتی تھی گوارا تم سے
✓ نہ اجتناب نہ بے گانگی نہ رمز و گریز — سپردگی کا یہ عالم تمہیں ہوا کیا ہے
✓ وہ پرندے جو آنکھ رکھتے ہیں — سب سے پہلے اسیر ہوتے ہیں
✓ تیری آنکھیں تو بہت اچھی ہیں — لوگ کہتے ہیں کہ بیمار ہے تو
✓ نشیمن پھونکنے والی ہماری زندگی یہ ہے — کبھی روئے کبھی سر رکھ دیا خاک نشیمن پر
✓ پکارتی ہے سر شام دل کی ویرانی — چراغ دے کوئی اجڑے ہوئے مکاں کے لئے
✓ اے خسرو اقلیم عمل سید و سالار اے سید ابرار — اے لشکر پاکیزہ کے پاکیزہ علم دار اے سید ابرار
✓ سر تیرا کسی طور بھی جھکنے نہیں دے گی اونچا ہی رکھے گی — سر پہ ترے ماں کی دعاؤں کی ہے دستار اے سید ابرار
✓ وہ موت کے پنجے سے ترا ہاتھ ملانا اور جیت کے آنا — کرتا ہے یہ ثابت کہ ہے تو واقعی جی دار اے سید ابرار
✓ سن کر تیری آواز لرزنے لگا باطل اے مومن کامل — اس شان سے گونجی ہے فضا میں تری للکار اے سید ابرار
✓ اب تو گھر جلنے لگا نوبت یہاں تک آ گئی — بڑھتے بڑھتے آتش گل آشیاں تک آ گئی
✓ آپ دستار اتاریں تو کوئی معاملہ ہو — لوگ کہتے ہیں کہ سر ہوتے ہیں دستاروں میں
✓ خانہ عدل سے منصف کی صدا گونجتی ہے — اور ڈر جاتے ہیں زنجیر ہلانے والے
✓ جب اپنا قافلہ عزم و یقیں سے نکلے گا — جہاں سے چاہیں گے رستہ وہیں سے نکلے گا
✓ وطن کی مٹی مجھے ایڑیاں رگڑنے دے — مجھے یقین ہے چشمہ یہیں سے نکلے گا
✓ تمہاری سینہ فگاری کوئی تو دیکھے گا — نہ دیکھے اب تو نہ دیکھے کبھی تو دیکھے گا
✓ کہاں آئیں گے ایسے بادہ کش اے میکدے والوں — چلے گا یوں تو دور ساغر و پیمانہ برسوں تک
✓ خدا کے سامنے اے محتسب سچ بولنا ہوگا — مرے شیشے میں مئے دیکھی تھی یا خونناب دیکھا تھا
✓ چشم خوں بستہ سے کل رات لہو پھر ٹپکا — ہم تو سمجھے تھے کہ اے میر یہ آزار گیا
✓ چلو ہم راہ میرے ہم کھلے میدانوں میں چلتے ہیں — ادھر لاؤ دیا میں دیکھ لیتا ہوں ہواؤں کو
✓ ہری ہے شاخ تمنا ابھی جلی تو نہیں — جگر کی آگ دبی ہے مگر بجھی تو نہیں

✓ جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی — کٹی ہے بر سر میداں مگر جھکی تو نہیں
✓ ہوں وہ مئے کش گر نہ آیا میکدے میں ایک دن — ہر سبو نے ہاتھ پھیلائے دعا کے واسطے
✓ کفن فروش نہیں سر فروش ہیں ہم لوگ — ہزار سال سے خانہ بدوش ہیں ہم لوگ
✓ کبھی کبھی تو اسیروں کی بے گناہی سے — عدالتوں کے کٹہرے بھی خوف کھاتے ہیں
✓ دیوار خستگی ہوں مجھے ہاتھ مت لگا — میں گر پڑوں گا دیکھ سہارا نہ دے مجھے
✓ بلاتی ہیں موجیں کہ طوفان سے کھیلو — کہاں تک چلو گے کنارے کنارے
✓ یہ بچنے کی کوشش کہاں تک کرو گے — ذرا لطف آغوش طوفان بھی لے لو
✓ طور بدلے ہوئے دیکھے جو تمہارے دل کے — ولولے سرد ہوئے گھٹ کے دل بسمل کے
✓ اجنبی شہر یہ نسبت تو رہے گی تجھ سے — تیری گلیوں میں ہے کھویا ہوا اپنا کوئی
✓ ہر ہنر خدمت استاد سے آتا ہے — مگر اس بات میں شاگرد بھی استاد رہے
✓ ہم کو مٹا سکے یہ زمانے میں دم نہیں — ہم سے زمانہ خود ہے زمانے سے ہم نہیں
✓ نظر کی جو اوپر دعا بن گئی — نظر کی جو نیچے حیاء بن گئی
✓ نظر کی جو ترچھی ادا بن گی — نظر پھیر لی تو قضاء بن گئی
✓ دیکھا جو تیر کھا کے کمیں گاہ کی طرف — اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہوگئی
✓ عشق کچھ فرض منصبی تو نہیں — آپ معشوق ہیں نبی تو نہیں
✓ دل چیرتی ہے لغزش پاء کا یہ حال ہے — ظالم کی بے پئے ہوئے مستانہ چال ہے
✓ کوئی بے مثال ہوگا کوئی خوش جمال ہوگا — تمہیں اس سے ہے غرض کیا تمہیں نام کیوں بتائیں
✓ ناتواں ہوں کفن بھی ہو ہلکا — ڈال دو سایہ اپنے آنچل کا
✓ جھوٹ ہے سب تاریخ ہمیشہ اپنے کو دہراتی ہے — اچھا میرا خواب جوانی تھوڑا سا دہرائے تو
✓ جہل خرد نے دن یہ کھائے — گھٹ گئے انسان بڑھ گئے سائے
✓ کانٹوں پہ بھی تو حق ہے نسیم بہار کا — پالا ہوا ہے یہ بھی اسی سبزہ زار کا
✓ ہم ایسے اہل نظر کو ثبوت حق کے لئے — اگر رسول نہ ہوتے تو صبح کافی تھی
✓ رکھ کے منہ سو گیا آتشیں گلزاروں پر — دل کو تھا چین تو نیند آ گئی انگاروں پر
✓ ہر چند کہ بگولہ مضطر ہے اک آگ تو اس کے اندر ہے — بے چین سہی بے تاب سہی ناکام سہی برباد سہی
✓ اب مجھے فرصت نہیں ملتی خود اپنے آپ سے — دوستو اب مجھ کو تم تو یاد کم آیا کرو

✓ ادا اک ابھری اگر اک دبائی لبوں نے جو رو کا نظر مسکرائی
✓ ناز کی ختم ہے ان پر جو یہ فرماتے ہیں فرش مخمل پہ مرے پاؤں چھلے جاتے ہیں
✓ مجھ میں ایک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہوں میں تم میں دو وصف ہیں بد عہد بھی غدار بھی ہو
✓ یہ نہ سمجھو کہ زباں یار کی ہکلاتی ہے کثرت ناز سے ہونٹوں پہ گرہ کھاتی ہے
✓ ایک پر عاشق نہیں بلکہ میں عاشق چار پر ناز پر انداز پر رفتار پر گفتار پر
✓ اِدھر آ پیارے ہنر آزمائیں تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں
✓ نامناسب ہے خون کھولانا پھر کسی اور وقت مولانا
✓ اک آگ سی تو مرے تن بدن سے اٹھتی ہے لہو کی لہر بیاض کفن سے اٹھتی ہے
✓ رنگ خوشبو صبا چاند تارے کرن پھول شبنم شفق آبجو چاندنی اس کی دلکش کہانی کی تکمیل میں حسن فطرت کی ہر چیز کام آ گئی
✓ مزہ برسات کا چاہو تو ان آنکھوں میں آ بیٹھو سیاہی ہے سفیدی ہے شفق ہے ابر باراں ہے
✓ لوتھر تھرا رہی ہے چراغ مزار کی تربت ضرور ہے یہ کسی بے قرار کی
✓ گھی کے چراغ جل اٹھے لالہ زار میں کیسی بہار آگ لگا دو بہار میں
✓ تیرے آنے کا انتظار رہا عمر بھر موسم بہار رہا
✓ پست و بلند تھی کوچۂ قاتل کی سرزمیں بسمل نے لوٹ لوٹ کر ہموار کر دیا
✓ بام پر چڑھ جا ذرا للکار دے خورشید کو اب تقابل کے لیے تیار ہے چہرا ترا
✓ تو پکارے گا تو اے صحن حرم آئیں گے اب ابابیلوں کے انداز میں ہم آئیں گے
✓ لے کے ہم آئیں گے ہاتھوں میں صداقت کے علم یہ الگ بات کہ تعداد میں کم آئیں گے
✓ اہل دل آنکھ جدھر کھولیں گے اک دبستان ہنر کھولیں گے
✓ وہیں رک جائیں گے تاروں کے قدم ہم جہاں رخت سفر کھولیں گے
✓ سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے
✓ تری دعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری مری دعا ہے تری آرزو بدل جائے
✓ دو دن کی زندگی میں نہ اتنا اچھل کے چل دنیا ہے چل چلاؤ کا رستہ سنبھل کے چل
✓ ہمیں بھی ساتھ ہی لے لو مگر نہیں یارو میں سست رو ہوں تمہاری تھکن بڑھا دوں گا
✓ کرتا ہے کوئی ذکر ترا کس لگن کے ساتھ وہ کوہکن کی بات گئی کوہکن کے ساتھ

✓ آج بھی منزلوں پہ لگی ہے نظر دل میں رکھتے ہیں عزم سفر آج بھی
دل شکستہ نہ سمجھے زمانہ ہمیں اپنی ہمت ہے سینہ سپر آج بھی